ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
یکم تا 7 نومبر 2001ء

☆ دہشت گردی کی حقیقت' اس کا مفہوم اور جواز؟ (منبر و محراب)

☆ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو......... (تجزیہ)

☆ آسمان امریکہ میں مسلم امہ کی بربادی کے مشورے! (چشم کشا)

پاکستان کے دینی و مذہبی قائدین ہوش میں آئیں!

❁ ہمارا پڑوسی برادر اسلامی ملک افغانستان خون میں نہا رہا ہے اور اس کے لاتعداد شہری امریکی بمباری سے برسنے والی آگ اور آہن کی بارش سے لقمۂ اجل بن رہے ہیں ـــــ سورۂ حج میں وارد الفاظ قرآنی: ﴿اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ﴾ کے مصداق صرف اس ''جرم'' کی پاداش میں کہ انہوں نے ملک میں شریعت اسلامی نافذ کر دی ہے' اور شعائر اسلامی کی پابندی کو لازم قرار دے دیا ہے!

❁ ادھر ''سلطنت خداداد پاکستان'' بھی نہ صرف اس امریکی جارحیت میں تعاون کر رہی ہے۔ بلکہ یہاں ملکی تاریخ میں پہلی بار سیکولر عناصر نے ان جملہ دینی و مذہبی قوتوں کو جو اس ملک میں اپنے اپنے پلیٹ فارم سے اور اپنے اپنے طریق پر اسلامی نظام کے قیام اور شریعت اسلامی کے نفاذ کے لئے کوشاں ہیں اعلانیہ چیلنج دے دیا ہے کہ پاکستان کو اولاً ترکی ورنہ کم از کم مصر کی راہ پر گامزن ہونے سے روکنے کی ہمت رکھتے ہو تو میدان میں آ جاؤ!

تو کیا ان حالات میں بھی دینی اور مذہبی قائدین

❁ اپنی اپنی امارتوں اور قیادتوں ہی کے تحفظ کی فکر کرتے رہیں گے' اور

❁ اپنے گروہی و مسلکی اختلافات ہی کو مقدم رکھیں گے ـــــ یا

ان سب تحفظات کو بالائے طاق رکھ کر افغانستان اور پاکستان

دونوں ملکوں میں **اسلام کے دفاع اور نفاذ** کے لئے متحد ہو کر

بنیان مرصوص بن جائیں گے؟ ـــــ بقول علامہ اقبال ؎

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

خادم قرآن و اسلام **ڈاکٹر اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (آیات: ۵۳ تا ۵۶)

’’اور (یاد کرو کہ) جب ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور فرق کردینے والی چیز عطا کی تا کہ تم ہدایت یافتہ بن جاؤ۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! تم نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر خود پر بڑا ظلم ڈھایا ہے تو اب اپنے پروردگار کی جناب میں توبہ کرو اور خود کو قتل کرو، تمہارے رب کے نزدیک یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی۔ یقیناً وہ بہت ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور (یاد کرو) جب تم نے کہا تھا: اے موسیٰؑ! ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے جب تک ہم اللہ کو عیاناً دیکھ نہ لیں۔ پس تمہارے دیکھتے دیکھتے تمہیں ایک کڑک نے آن پکڑا۔ لیکن پھر ہم نے تمہیں اس موت کے بعد دوبارہ اٹھا دیا تا کہ تم شکر کرو۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چالیس روزہ چلہ جب تکمیل کو پہنچا تو انہیں تورات عطا کی گئی۔ یہ احکام عشرہ تھے جو پتھر کی تختیوں پر لکھے ہوئے تھے۔ یہاں اسی کا ذکر کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو یہ احساس دلایا جا رہا ہے کہ حق اور باطل میں فرق کرنے والی یہ کتاب تمہیں اس لئے دی گئی تھی کہ تم سیدھے راستے پر چل سکو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں ان کی قوم کے جن افراد نے بچھڑے کو معبود بنا کر ارتداد کے جرمِ عظیم کا ارتکاب کیا تھا، ان کی سزا کے طور پر یہ حکم دیا گیا کہ ایسے اشخاص کو ان کے اپنے قبیلے کے لوگ ہی خود اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے۔ شریعت موسوی کی دو سزاؤں کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت میں بھی برقرار رکھا ہے۔ ایک مرتد کی سزا قتل اور دوسرے شادی شدہ زانی کی سزا سنگسار! چونکہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگوں کی تعداد ہزاروں میں تھی جو ارتداد کے مرتکب ہوئے تھے لہٰذا قبائلی عصبیت کو بھڑکنے سے روکنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ہر قبیلہ اپنے اندر موجود ایسے افراد کو خود قتل کرے جنہوں نے یہ جرم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ اگرچہ تمہارے لئے اپنے ہی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا ایک مشکل کام ہوگا اور یہ تمہیں بہت ناگوار بھی گزرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ یعنی یہ ایک طرح سے گناہ کا کفارہ تھا جس کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمالیا۔

اگلی آیت میں بنی اسرائیل کی سرکشی کے ایک اور اہم واقعے کا تذکرہ ہے جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مطالبہ کیا تھا کہ ہم اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک خود اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ لیتے۔ اس شیطنت اور جسارت پر وہ ایک بڑی سخت اور کڑک دار آواز کے عذاب میں مبتلا کئے گئے جس کے نتیجے میں ان سب پر موت طاری ہوگئی۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے انہیں دوبارہ زندگی عطا کی تا کہ وہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کریں۔

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبوی — **اللہ کن لوگوں کی ضمانت دیتا ہے** — چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَّغَنِيْمَةٍ وَّرَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِيْمَةٍ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) [رواہ ابوداود]

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تین قسم کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا ضامن ہے۔ ایک وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں جنگ کے لئے نکلا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی ضمانت حاصل ہے یہاں تک کہ اللہ اسے وفات دے دے (یعنی وہ شہید ہو جائے)۔ پس وہ اسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے یا اسے واپس لے آتا ہے اجر و ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ جو وہ حاصل کرتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف چلا تو اس پر بھی اللہ ضامن ہے یہاں تک کہ اگر وہ اسی دوران وفات پا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرماتے ہیں یا پھر وہ نماز اور اللہ کی رضا کا اجر لے کر لوٹتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے تو گھر والوں کو سلام کہہ کر۔ اس کی بھی ضمانت اللہ پر ہے (کہ اسے چوری اور برائی سے بچاتا ہے)‘‘۔

گویا مجاہد جونہی گھر سے نکل پڑتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی فلاح کی ضمانت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ شہید ہو یا کامیابی و فتح حاصل کر کے لوٹے، اسے کسی صورت میں بھی گھاٹے کا احتمال نہیں ہے۔ انسان کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش بختی ہو سکتی ہے کہ اسے اللہ کی طرف سے ضمانت حاصل ہو جائے۔ یہی تو وہ نکتہ ہے جو غیر مسلم نہیں سمجھ سکتے کہ جہاد فی سبیل اللہ اور عام جنگ میں کیا فرق ہے۔ کافر تو زندگی کھو دینے کی تشویش میں مبتلا رہتا ہے جبکہ مجاہد بے دھڑک لڑتا ہے کہ بہر صورت اس کے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔

[illegible] ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 41

یکم تا 7 نومبر 2001ء

(۱۵ تا ۲۱ شعبان ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زر تعاون :

اندرون ملک......250 روپے

بیرون پاکستان:

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
............1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
............2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ عاکف سعید

"الحکم للہ' الملک للہ"

افغانستان کی طالبان حکومت کے خلاف امریکہ کی جنگی کارروائی بلکہ صحیح تر الفاظ میں ننگی جارحیت کا آغاز آج سے ۲۴ دن قبل ہوا تھا۔ یہ جنگ جو اس وعدے کے ساتھ شروع ہوئی تھی کہ اس میں صرف دہشت گردوں اور ان کے ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جائے گا' افغان عوام کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا' اول روز سے ان دعووں کی تردید کا ثبوت فراہم کر رہی ہے۔ اسامہ بن لادن اور ملا عمر مجاہد سمیت وہ "مبینہ دہشت گرد" جنہیں امریکہ نے اپنا ٹارگٹ نمبر ون قرار دیا تھا' امریکی طیاروں کی ۲۴ روزہ پیہم وحشیانہ بمباری اور میزائلوں کی بارش کے باوجود تا حال بفضلہٖ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں لیکن امریکہ کی اس وحشیانہ کارروائی کے نتیجے میں ہزاروں بے گناہ جانیں' تلف ہو چکی ہیں جن میں عام شہریوں' بوڑھوں اور خواتین کے علاوہ سینکڑوں وہ معصوم بچے بھی شامل ہیں کہ جن کا جرم بس اسی قدر ہے کہ وہ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کے درویش صفت رہنما اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے سر جھکانا نہیں جانتے۔ علامہ اقبال نے نہ معلوم کس کیف کے عالم میں یہ الفاظ کہے تھے کہ "افغان باقی' کہسار باقی۔ الحکم للہ' والملک للہ" لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ان الفاظ کی معنویت اب ایک مجسم حقیقت کا روپ دھارتی نظر آ رہی ہے کہ حکومت الٰہیہ کے قیام کا شرف فی الوقت اسی خطے کے حصہ میں آیا ہے اور یہ خطہ واقعتاً اسلام کے ایک مضبوط قلعے کے طور پر چشم عالم کے سامنے جلوہ افروز ہوا ہے۔

آیئے کہ ایک نظر ڈال کر جائزہ لیں کہ آج ۲۴ دن گزرنے کے بعد امریکہ کے اس پیہم وحشیانہ اقدام کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں ــــــ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے تمام غیر جانبدار تجزیہ نگار آج یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ امریکہ کو اپنے اہداف کے حصول میں شدید ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ امریکہ اس وقت شدید خفت کا شکار ہے اور عالمی سطح پر اس کی ساکھ کو شدید طور پر دھچکا لگا ہے۔ تا حال وہ نہ تو اسامہ اور اس کی مبینہ دہشت گرد تنظیم القائدہ کو کوئی زک پہنچا سکا ہے اور نہ ہی طالبان کی قیادت اور بالخصوص ملا عمر مجاہد حفظہ اللہ کو اپنی سر توڑ کوشش کے باوجود کوئی قابل ذکر نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوا ہے حالانکہ امریکی جہازوں نے وحشیانہ بمباری کر کے قندھار شہر کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے ــــــ طالبان میں پھوٹ ڈالنے اور اس کی صفوں میں دراڑ ڈالنے کی امریکی کوشش بھی شدید ناکامی سے دوچار ہو چکی ہے اور اس معاملے میں امریکی ایجنٹ کا کردار ادا کرنے والے افغان کمانڈر عبدالحق کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا ہے ــــــ آج عالم اسلام ہی میں نہیں یورپ اور امریکہ میں بھی امریکی جارحیت کے خلاف آوازیں اٹھنا شروع ہو گئی ہیں۔ نہتے عوام اور معصوم بچوں کی مظلومانہ ہلاکت کے باعث امریکہ اپنے اس اقدام کے اخلاقی جواز سے محروم ہو چکا ہے اور اس کا سفاک اور بھیانک چہرہ اقوام عالم کے سامنے بے نقاب ہو چکا ہے۔

دوسری جانب بحمد اللہ' نہ صرف یہ کہ طالبان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہوئی اور وہ پورے جرأت ایمانی اور کمال استقامت کے ساتھ امریکی جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں اور افغان عوام بھی پامردی کے ساتھ بدترین حالات سے نبرد آزما ہیں بلکہ پورے عالم اسلام ہی میں نہیں پوری دنیا میں ان کے ساتھ ہمدردی اور بالخصوص طالبان کے بارے میں رشک اور ستائش کے جذبات جنم لے رہے ہیں۔ عالم اسلام میں ایک عمومی بیداری کی لہر صاف طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ ہر طرف جہاد کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے۔ مسلکی اختلافات کی دیواروں میں دراڑیں پڑنے لگی ہیں' اتحاد ملی کی جانب پیش قدمی کا سفر شروع ہو چکا ہے۔ مغربی تہذیب جو دراصل ابلیسی تہذیب ہے اور "چہرہ روشن' اندروں چنگیز سے تاریک تر" کی مصداقِ کامل ہے' بے نقاب ہونے لگی ہے' اس کے چہرے کا کریہہ المنظر ہونا مسلمانوں پر عیاں ہونے لگا ہے' سوائے ان کے جو حقائق سے چشم پوشی پر ادھار کھائے بیٹھے ہوں۔ طالبان کی بے مثال عزیمت نے غیر مسلموں میں بھی اسلام کو سمجھنے اور قرآن کا مطالعہ کرنے کے رجحان کو فروغ دیا ہے۔ کیا یہ تمام آثار اس حقیقت کا پتہ نہیں دیتے کہ۔

جہان نو ہو رہا ہے پیدا' یہ عالم پیر مر رہا ہے ۔۔۔ جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا تھا قمار خانہ

افغانیوں پر امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کی جانب سے ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے جا رہے ہیں ان پر بلاشبہ ہر مسلمان کا کلیجہ کٹتا اور دل خون کے آنسو روتا ہے' لیکن جب اپنے افغان بھائیوں کی قربانیوں کے مثبت اثرات کی طرف نگاہ پڑتی ہے تو اس خیال سے ڈھارس بندھتی ہے کہ۔

اگر "افغانیوں" پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے ۔۔۔ کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس بھی دہشت گردی کی متفق علیہ تعریف معین کرنے میں ناکام رہا ہے

کوئی ملک اپنے دفاع کے لئے اسلحے کے لئے جو انبار لگاتا ہے' اس کا مقصد دشمن کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنا ہی ہوتا ہے

جنگ میں دشمن کی قوتِ ارادی کو ضعف پہنچانا اور اس سلسلے میں اخفائے حقیقت اور غلط بیانی سے کام لینا بھی جائز ہے

مسلمانوں کے معاملہ میں امریکہ عدل وانصاف' عقل ومنطق' اصول وضابطہ کی قطعی پرواہ نہیں کرتا

اسلام میں اجتماعیت کی سطح پر برائی کی حوصلہ شکنی کے لئے بدلہ وانتقام اور سزا کا ایک اہم مقام ہے

اسامہ نے ۱۱ رستمبر کے واقعات سے اعلان براءت کیا ہے اور اس میں ملوث ہونے کی نفی کی ہے

جو لوگ سر ہتھیلی پر رکھ کر جذبہ شہادت کے ساتھ میدان میں اتریں' ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا

آج دنیا بھر کے ظالم متحد ہو کر مظلوم سے احتجاج کا حق تک چھین لینا چاہتے ہیں

ظالم اور سرکش سے مقابلہ کرنے کے لئے خصوصی اقدامات درکار ہوتے ہیں

دہشت گردی کی حقیقت' اس کا مفہوم اور جواز؟

مسجد دار السلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۶ / اکتوبر ۲۰۰۱ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مجھے آج ہشت گردی کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے کہ دہشت گردی کا مفہوم کیا ہے؟ کیا دنیا میں اس کا کوئی معین اور متفق علیہ مفہوم موجود ہے؟ پھر یہ کہ وہ عمل جسے عام طور پر دہشت گردی کہہ دیا جاتا ہے' قرآن وسنت کی رو سے اس کا جواز ہے یا نہیں؟ —— آج ''دہشت گردی'' کا لفظ ایک گالی بن چکا ہے اور اس وقت امریکہ اور اس کے حواریوں نے افغانستان پر حملے کے ذریعے جس دس سالہ جنگ کا آغاز کیا ہے' وہ ان کے بقول دہشت گردوں کے خلاف ہی ہو رہی ہے۔ اس اعتبار سے یہ سوال مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ کیا دہشت گردی کی کوئی متفق علیہ تعریف موجود ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا ایک اجلاس اس موضوع پر ناکام ہو چکا ہے۔ طویل بحث ومباحثہ کے بعد بھی وہ دہشت گردی کی کوئی متفق علیہ تعریف معین نہیں کر سکے کہ دہشت گردی کسے کہتے ہیں۔ اسی طرح کچھ دن قبل یو این او ہی کے زیر اہتمام ڈربن میں ایک کانفرنس ہوئی تھی جہاں یہ قرارداد مرتب کی جا چکی تھی کہ اسرائیل کو نسل پرست اور دہشت گرد ملک قرار دیا جائے لیکن امریکہ نے اپنا پورا وزن ڈال کر اس قرارداد کو رکوایا' ورنہ عالمی سطح پر سب سے بڑا دہشت گرد اور سب سے بڑا نسل پرست ملک اسرائیل قرار پاتا۔

ذرا غور کریں تو ''دہشت گردی'' بالکل ایک Relative term یعنی ایسی اصطلاح ہے جس کے مختلف اعتبارات سے مفاہیم بدل جاتے ہیں۔ مثلاً ایک کے نزدیک ایک عمل اگر دہشت گردی ہے تو دوسرے کے نزدیک وہی فعل جہاد حریت قرار پائے گا۔ اس کی سب سے بڑی مثال ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کی ''جنگ آزادی'' ہے جسے انگریزوں نے ''غدر'' کا نام دیا۔ اگر وہ جنگ کامیاب ہو گئی ہوتی تو اس کے لوگ آزادیٔ ہند کے ہیرو قرار پاتے' ناکام ہو گئی تو اس جنگ کے شرکاء اور کمانڈر غدار قرار پائے' ان کو سولی پر چڑھا گیا۔ بعینہٖ آج جہاد حریت کو ''دہشت گردی'' کہہ دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ دہشت گردی کا کوئی معین مفہوم ہے ہی نہیں۔ اس وقت فلسطینیوں اور عربوں کے نزدیک اسرائیل سب سے بڑا دہشت گرد ملک ہے جب کہ دوسری طرف اسرائیل فلسطینیوں کو دہشت گرد سمجھتا ہے' حالانکہ فلسطینی اپنے حقوق کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ ادھر جنوبی ایشیا میں کشمیری حریت پسندوں کی تحریک آزادی ہے۔ بھارت ان مجاہدین آزادی کو دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں بھارت Cross Border Terrorism کی ایک مستقل اصطلاح استعمال کرتا ہے کہ کوئی بات ہمارے اور پاکستان کے مابین ہو ہی نہیں سکتی جب تک ''سرحد پار دہشت گردی'' ختم نہ ہو۔ کولن پاؤل نے بھی اس کی تائید کر دی ہے کہ ذرا اسامہ اور اس کے ساتھیوں کی تحریک سے نمٹ لیں تو پھر ہم کشمیر میں جاری دہشت گردی پر بھی بات کریں گے۔ اگرچہ حکومت کی موجودہ افغان پالیسی درست نہیں لیکن صدر مشرف کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے کشمیر کے مجاہدین حریت کے بارے میں کھل کر کہا کہ یہ فریڈم فائٹرز ہیں' دہشت گرد نہیں۔ بہرحال اس لفظ کا کوئی متفقہ مفہوم موجود نہیں۔

جہاں تک ''دہشت گرد'' کے لغوی معنی کا تعلق ہے تو اس کا مطلب ہے خوف وہراس کی کیفیت پیدا کرنے والا۔ اب اس حوالے سے غور طلب بات یہ ہے کہ ہر ملک اپنے پاس اسلحے کے جو انبار لگاتا ہے' وہ کس لئے لگاتا ہے۔ ظاہر ہے اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے۔ اور یہ لفظ قرآن مجید میں سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ میں آیا ہے ''(اے مسلمانو!) جہاں تک ممکن ہو کافروں کے مقابلہ کے لئے جنگی قوت اور گھوڑے تیار رکھو جن سے تم اللہ کے اور اپنے

دشمنوں کو خائف کر سکو اور ان دوسرے دشمنوں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔'' یعنی اس طرح جنگی قوت کی فراہمی کے ذریعے تم صرف اپنے کھلے دشمن یعنی مشرکین مکہ ہی کو دہشت زدہ نہیں کرو گے بلکہ تمہارے آستین کے سانپ بھی خوف زدہ ہو جائیں گے۔ یہ دشمن دراصل یہودی اور منافقین تھے۔ آگے فرمایا: ''اور جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ پورا کا پورا تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ ناانصافی نہ ہو گی۔'' یہاں لفظ ''ترھبون'' استعمال ہوا ہے جس کا مصدر ''ارہاب'' ہے۔ ارہاب کہتے ہیں خوف دلانے کو۔ یہی لفظ آج کل عرب ممالک میں دہشت گرد کے لئے آ رہا ہے۔

امریکہ اور اس کے حواریوں کے نزدیک ہر بنیاد پرست مسلمان دہشت گرد ہے۔ یہ دونوں الفاظ ان کی لغت میں مترادف ہیں۔ یعنی بنیاد پرست مسلمان اور دہشت گرد۔ ان کے نزدیک ہر وہ مسلمان دہشت گرد ہے جو اسلام کو صرف عقائد و عبادات اور چند رسومات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی نظام سمجھتا ہے اور شریعت اسلامی کو واجب التنفیذ اور جملہ شعائر اسلامی کو واجب التعظیم سمجھتا ہے۔ اس طرح درحقیقت اسلام کے خلاف شروع کی گئی یہ جنگ دراصل اس عظیم ترین صلیبی جنگ کی تمہید ہے جسے بائبل کے آخری باب میں آرمیگاڈان جبکہ احادیث میں الملحمۃ العظمیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اسی کو امریکہ کے انتہا پسند پراٹسٹنٹ عیسائیوں کے ماہنامے Trumpet کی اگست ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں The last Crusade قرار دیا ہے۔ یہ جنگ معزول یہودیوں کی سازش سے برپا ہو گی۔ موجودہ حالات جنگوں کے اسی سلسلے کی تمہید ہیں۔ عظیم اور ہولناک جنگوں کے اس سلسلے میں آخری فتح ان شاء اللہ دین حق یعنی اسلام اور اہل حق یعنی مسلمانوں ہی کو حاصل ہو گی تاہم ابتدائی مراحل میں انہیں شدید نقصانات برداشت کرنے ہوں گے۔ جس کا نقشہ اس وقت ہم افغانستان میں دیکھ رہے ہیں' تاہم اندازہ یہ ہے کہ اس سے بڑے پیمانے پر تباہی عالم عرب پر نازل ہو گی۔

اب میں اس بات پر آتا ہوں کہ قرآن اور سنت کی رو سے دہشت گردی کا معاملہ کیا ہے۔ جہاں تک حکومتوں کی سطح تک کا معاملہ ہے' چار باتیں قرآن اور حدیث کی روشنی میں بالکل واضح ہیں: (۱) جس ملک سے کوئی معاہدہ نہ ہو' اس پر حملہ بغیر کسی الٹی میٹم کے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ مناسب یہ ہے کہ پہلے الٹی میٹم دیا جائے' (۲) جس سے کوئی معاہدہ ہو موجودہ دور میں سفارتی تعلقات بھی معاہدے کی ذیل میں آتے ہیں' اس صورت میں معاہدہ کی اعلانیہ تنسیخ لازمی ہے۔ اس کے بغیر حملہ کرنا خیانت شمار ہو گا۔ (۳) دشمنوں پر رعب و دبدبہ رکھنے کے لئے اسلحہ کی نمائش میں کوئی حرج نہیں۔ قومی دنوں پر آج کل جو پریڈز ہوتی ہیں ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دنیا دیکھ لے ہمارے پاس اپنے دفاع کے لئے کیا کچھ ہے۔ (۴) دوران جنگ ایک اصول ہے' دشمن کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا' یہ بھی جائز ہے یہ معاملہ سیرت میں بھی ملتا ہے۔ آپؐ جب بھی کسی جنگ میں جاتے تھے تو مخالفین کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے برعکس راستہ اختیار کر لیتے تھے تاکہ دشمن کو دھوکا ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جنگ تو اسی طرح کا معاملہ یعنی غلط فہمی میں مبتلا کرنا ہے۔ یہ چار چیزیں اسلام کی تعلیمات میں جائز ہیں۔

اب ذرا آگے چلتے ہیں۔ اگر کسی جگہ کے عوام بے بس کر دیئے گئے ہوں' وہ مظلوم و مجبور ہوں' وہاں چونکہ کھلم کھلا جنگ نہیں ہو سکتی' اس لئے چھاپہ مار جنگ کی بھی اجازت ہے۔ دنیا میں بھی رواج ہے اور اسلام میں بھی اس کی اجازت ہے کہ جاؤ' حملہ کرو اور دوڑ آؤ۔ ویت نام کی جنگ اسی طرح کی گوریلا جنگ تھی جس میں امریکہ کو دم دبا کر بھاگنا پڑا۔ الجزائر نے فرانس سے جو جنگ لڑی تھی وہ بھی اسی نوعیت کی تھی۔ پھر یہ کہ دشمن کی قوت ارادی' یا قوت مدافعت کو کسی بھی طریقے سے ضعف پہنچانا یا دشمن کو منتشر کرنا اور اس سلسلے میں کسی قدر اخفائے حقیقت اور غلط بیانی سے کام لینا بھی جائز ہے۔ حضور ﷺ کی سیرۃ میں ہمیں کعب بن اشرف نامی ایک بدمعاش یہودی کا واقعہ ملتا ہے جسے حضور ﷺ نے خفیہ طریقہ سے قتل کروایا۔ مسلمان اسے قتل کرنے گئے تھے' اسے دھوکے میں رکھنے کے لئے پہلے اس کے ساتھ دوستی کا سلسلہ شروع کیا اور پھر اُسے قتل کیا۔ اسی طرح غزوۂ احزاب کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ حضرت نعیم بن مسعود نئے نئے اسلام لائے تھے' وہ حضور ﷺ کے پاس آئے کہ میں نے ابھی اسلام قبول کیا ہے اور ابھی اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ میرے تعلقات بنوقریظہ کے لوگوں سے بھی ہیں اور قریش کے لوگوں سے بھی۔ اگر آپ مجھ سے اس وقت کوئی خدمت لینا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔ مزید یہ کہا کہ مجھے کسی قدر غلط بیانی کرنے کی بھی اجازت دی جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے کہا کہ ٹھیک ہے' یہ غلط بیانی جنگ کے اندر جائز ہے۔ چنانچہ وہ پہلے بنوقریظہ کے پاس گئے اور اپنے خلوص و اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ اور کہا کہ دیکھو تم تو یہاں رہو گے' یہ قریش مکہ واپس چلے جائیں گے۔ تم کیوں مصیبت مول رہے ہو۔ تمہیں اور محمد ﷺ کو تو یہیں رہنا ہے لہٰذا ہوش کرو۔ تم قریش سے کہو کہ وہ ضمانت کے طور پر اپنے کچھ افراد بطور یرغمال تمہیں دے دیں تاکہ وہ تمہیں چھوڑ کر نہ جا سکیں۔ بنوقریظہ نے ان کی بات سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے اور کہا کہ تم بنوقریظہ سے تعاون کی توقع رکھتے ہو؟ وہ تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ تو تم سے کچھ یرغمالی مانگیں گے' جنہیں محمد ﷺ کے حوالے کر کے اپنا معاملہ سیدھا کر لیں گے۔ جب قریش نے فیصلہ کیا کہ ہم فلاں وقت حملہ کر دیں گے اور ادھر قریظہ کو بھی پیغام دیا گیا کہ تم بھی حملہ کرو۔ اس پر بنوقریظہ نے ضمانت کے طور پر یرغمالی طلب کئے۔ قریش یہ سمجھے کہ یہ واقعتاً ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ اس طرح ان میں پھوٹ ڈلوادی گئی۔ یہ سیرۃ نبوی کا اہم واقعہ ہے اور غزوہ احزاب کی کامیابی میں اسے ایک بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ لہٰذا یہ سب جملہ امور متفق علیہ ہیں۔ ان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اصل سوال وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں کسی معاملے میں کسی اقدام کے نتیجے میں' غیر محارب یعنی بچے' بوڑھے' مریض اور عورتیں وغیرہ بھی ختم ہو جائیں۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں کوئی فوج نہیں تھی' نہ کوئی اسلحہ تھا' وہ تو کاروباری مراکز تھے۔ یہ یقیناً اس معنی میں ایک دہشت گردی کی شکل بنتی ہے کہ بے گناہوں پر حملہ کیا گیا ہے۔ یہ چیز اگرچہ بالاتفاق برائی ہے' لیکن اس میں بھی استثناءات ہیں۔ قرآن اور سنت سے اس کی دلیل کیا ہے؟ سورۃ النساء آیت ۱۴۸ میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے کسی کے متعلق بری بات کو بلند آواز سے کہنا' لیکن جس پر ظلم ہوا ہو (یعنی مظلوم کی یہ بری بات بھی اللہ کو گوارا ہے'')۔

کسی دکھی دل سے کوئی صدا نکل جائے تو خواہ وہ کتنی ہی بری ہو' اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرنے والا ہے۔ دنیا کے عام قانون کے تحت قتل میں بھی آپ فرق اور درجہ بندی کرتے ہیں۔ ایک Cold blooded murder ہوتا ہے جس میں کسی شخص کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ایک خاص وقت اور مقام پر قتل کیا جاتا ہے۔ یہ قتل کسی فوری وقتی اشتعال کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں فرض کیجئے کہ آپ کی گاڑی' دوسری گاڑی سے ٹکرا گئی ہے۔ دوسرا شخص اپنی گاڑی سے اتر کر آپ پر مغلظات کی بارش کر دیتا ہے۔ جس پر آپ طیش میں آ کر کوئی ایسا اقدام کر بیٹھتے ہیں کہ وہ مر جاتا ہے۔ یہ اس طرح کا کولڈ بلڈڈ مرڈر نہیں ہے۔ یہاں وقتی طور پر ایسا محرک موجود تھا کہ جس کی بنا پر اشتعال پیدا ہوا' لہٰذا دفعہ بدل جائے گی۔ جس قانون کے تحت یہ مقدمہ ہو گا' وہ اول الذکر قانون سے بالکل مختلف ہو گا۔

قرآن مجید کا ایک مقام اس اعتبار سے بہت اہم ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیات ۳۹ تا ۴۲ میں ارشاد ربانی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ

فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○﴾ اہل ایمان کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ کہ جن پر جب زیادتی کی جائے تو وہ انتقام لیتے ہیں۔ اور جان لو کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ یعنی گالی کے بدلے میں جوابی گالی دی جاسکتی ہے اور تھپڑ کے بدلے میں جوابی تھپڑ رسید کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں وہ برائی' برائی نہیں رہے گی' کیونکہ آپ بدلہ لے رہے ہیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اگر یہ توقع ہو کہ زیادتی کرنے والے کو معاف کر دینے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی' اور شرم وندامت کے باعث اس کے اندر نیکی کے جذبات ابھر آئیں گے' تو پھر ایسے میں اسے معاف کر دو۔ اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے' لیکن وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی وہ آپ کو مجبور نہیں کرتا کہ معاف کرو۔ خود دیکھ لو' اگر خیر کا پلڑا زیادہ بھاری نظر آئے تو معاف کر دو۔ عام حالات میں جو مذہبی اور اخلاقی تعلیمات ہوتی ہیں ان میں یہ باتیں آپ کو کہیں نظر نہیں آئیں گی بلکہ عفو و درگزر ہی پر سارا زور ہو گا۔ لیکن اسلام دین فطرت ہے۔ یہ عفو کے مقام پر عفو کی فضیلت بیان کرتا ہے۔ لیکن اجتماعیت کی سطح پر بدلہ' انتقام' سزا زیادہ ضروری ہے ورنہ معاشرے میں جرم پھیلتا چلا جائے گا' برے لوگوں کی ہمتیں بڑھتی چلی جائیں گی کہ ہم پر کوئی گرفت اور پکڑ نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا: ''ملامت اور تنقید تو ان پر ہونی چاہئے جو لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی اختیار کرتے ہیں''۔ یہ الفاظ آج امریکہ پر جس طریقے سے منطبق ہوتے ہیں شاید تاریخ انسانی میں کبھی کسی اور طاقت پر نہ ہوئے ہوں۔ آج امریکہ فرعون بن گیا ہے۔ جب طاقت کا نشہ چڑھ جائے تو حقائق نظر نہیں آیا کرتے۔ جب کسی قوم یا فرد پر اپنے بڑے ہونے کا خبط سوار ہو جائے تو اس کے انتہائی خطرناک اور خوف ناک نتائج نکلتے ہیں۔ یہاں ﴿اَلَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ ﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ ظلم کسی کے حق میں کچھ کمی کر دینے کو کہتے ہیں —— یعنی لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا۔ اب اگر کوئی قوم یا ملک یہ مطالبہ لے کر کھڑا ہوتا ہے کہ اسے خود اختیاری چاہئے تو کیا یہ اس کا حق ہے یا نہیں! کیا یہ مطالبہ کر کے کشمیری کوئی جرم کر رہے ہیں؟ لیکن ظالم چاہتے ہیں کہ کوئی ہماری طاقت کو چیلنج نہ کرے۔ ایسے لوگوں سے یہاں تو آپ کو حقوق چھیننا پڑیں گے ورنہ خود کوئی نہیں دیتا۔ اُس کے لئے آپ کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اور خاص کر جب مقابلہ بڑی طاقت سے ہو تو اسے زک پہنچانے کے لئے کچھ خصوصی اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔ جس کے لئے عام طور ''To hit below the bـlt'' کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ یہ اگرچہ بری بات سمجھی جاتی ہے' لیکن ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

اب سیرۃ النبی ﷺ سے بھی ایک واقعہ آپ کے گوش گزار کر دوں۔ یوں تو جنگ کی صورت میں مسلمانوں کو کھیت اجاڑنے' درختوں کو کاٹنے اور بوڑھوں' بچوں' عورتوں' ضعیفوں یہاں تک کہ غیر مسلموں کے عبادت گھر میں بیٹھے اشخاص پر بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے' یہ سارے احکام حضور اکرم ﷺ لشکر کی روانگی کے وقت دیا کرتے تھے' لیکن درخت کاٹنے کا ایک عمل خود حضور ﷺ نے کیا۔ غزوۂ احزاب کے بعد جب بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا تو ان کی آبادی کے چاروں طرف کھجور کے گھنے درخت لگے ہوئے تھے جو ان کے لئے فصیل کا کام دے رہے تھے۔ ایسی صورت میں پوری قوت کے ساتھ حملہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا حضور ﷺ نے حکم دیا کہ یہ درخت کاٹ دیئے جائیں۔ اس پر بڑا شور اٹھا کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ درخت کاٹ رہے ہیں۔ اس پر سورۃ الحشر کی آیت نازل ہوئی کہ یہ سب اللہ کی اجازت سے ہوا ہے۔ یہ وقت کی ضرورت اور مصلحت کا ایک تقاضا تھا' اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے یہ قدم اٹھایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ استثناءات موجود ہیں۔ قانون تو اگرچہ وہی ہے کہ یہ چیزیں پسندیدہ نہیں ہیں' لیکن استثناءات بھی موجود ہیں۔ اب امریکہ نے جو ظلم عظیم کیا ہے فلسطینیوں پر' یہ کون سا قانون اور کس ضابطہ کے تحت کیا ہے۔ سوائے طاقت اور قوت کے نشے کے۔ نصف صدی سے زیادہ ہو گیا ہے کہ یہ مظالم ہو رہے ہیں۔ اصل میں سوویت یونین کی جب سے موت واقع ہوئی ہے اس کے بعد امریکہ نے خود کو منطق' معقولیت اور عدل و انصاف کے ہر اصول سے بالاتر سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ جو ہم چاہیں گے کریں گے۔ یا ہمارا ساتھ دو یا ہمارے دشمن بنو۔ تضادات دیکھئے کہ مشرقی تیمور میں فسادات ہوتے ہیں تو فوراً استصواب رائے کرایا جاتا ہے۔ لیکن کشمیر میں استصواب نہیں ہو سکتا' یہاں یو این او کی قراردادوں پر عملدر آمد نہیں ہو سکتا' یہ کون سی منطق ہے؟ کشمیر اور چیچنیا میں تحریک آزادی تو دہشت گردی ہے لیکن ان علاقوں میں ریاستی دہشت گردی سے چشم پوشی کی جا رہی ہے۔ اسرائیل UNO کی ساری قراردادیں رد کر دیتا ہے۔ لیکن اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔ فلسطینی کئی بار کہہ چکے ہیں یہاں Observer بھیج دیجئے جو یہاں آ کر جائزہ لیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہم پر کیسے کچھ مظالم ڈھا رہے ہیں' لیکن اقوام متحدہ کے Observer ہر جگہ آ سکتے ہیں اسرائیل میں نہیں آ سکتے۔ آخر کیوں!! مسلمانوں کے معاملہ میں اس وقت امریکہ اور اس کے حواریوں کے ہاں کوئی عدل' کوئی انصاف' کوئی معقولیت' کوئی منطق' کوئی اصول نہیں ہے۔

دوسری طرف ایک اور مسئلہ ہے۔ اسلام دشمنی میں ایک طرف تو امریکہ اور اس کے حواری ہیں کہ جنہوں نے بے انصافی اور ظلم کی انتہا کر رکھی ہے لیکن عالم اسلام میں جتنی حکومتیں ہیں وہ سب بھی درحقیقت امریکہ کی پٹھو حکومتیں ہیں۔ یہ حکمران نو آبادیاتی نظام کی پیداوار ہیں۔ نو آبادیاتی نظام نے اپنے نظام تعلیم و تربیت کے ذریعے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جن کا ذہن مغربی' تہذیب مغربی' سوچ مغربی' رہن سہن مغربی' اقدار مغربی بس رنگت کا فرق ہے ورنہ سوچ کے اعتبار سے وہ مکمل مغرب زدہ ذہنیت کے مالک ہیں۔ اسی طرح فوجی و سول افسران کی تربیت کے نظام میں انہیں مغربی طرز زندگی کا عادی بنا دیا جاتا تھا' ان کی برین واشنگ ہوتی تھی۔ آج ہر جگہ انہی کی حکومتیں ہیں۔ اس میں استثنا صرف ایک ہے۔ سعودی عرب کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہاں مغربی استعمار کبھی تھا ہی نہیں۔ صحرا کے اندر کون حکومت کرتا جبکہ تیل تو ابھی نکلا ہی نہیں تھا۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت بہت کڑوی ہے کہ ملک عبدالعزیز ابن سعود کے برطانوی حکومت کے ساتھ گہرے روابط تھے۔ برطانیہ نے ہی اُسے حجاز پر حملہ کر کے قبضہ کے لئے اکسایا تھا۔ کیونکہ شریف حسین جس کا قبضہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر تھا' وہ چونکہ ہاشمی تھا اور وہ خلافت کا اعلان کرنے والا تھا اور یہی بات تھی جس سے وہ انتہائی خوف زدہ تھے کہ ایک بڑی خلافت ''سلطنت عثمانیہ'' کی مصیبت ہم نے بڑی مشکل سے ختم کی ہے' اب یہ ایک نئی خلافت آ جائے گی۔ سعودی عرب اس اعتبار سے بدترین ملک ہے کہ جہاں بدترین سیاسی جبر ہے۔ وہاں آپ جماعت نہیں بنا سکتے' کوئی جلسہ نہیں کر سکتے' کوئی تقریر نہیں کر سکتے' حکومت وقت پر کوئی تنقید نہیں کر سکتے۔ لیکن امریکہ پھر بھی اسے ہر طرح سپورٹ کر رہا ہے۔ اس سے بڑی منافقت کیا ہو گی کہ امریکہ باقی دنیا میں انسانی حقوق کی دہائی دیتا ہے لیکن سعودی عرب میں آ کر اسکی زبان بند ہو جاتی ہے۔ بہرحال سب چیزوں کا لازمی نتیجہ وہ ہے جسے آج دہشت گردی کہا جا رہا ہے۔ PLO ایک زمانے میں دہشت گرد تنظیم شمار ہوتی تھی۔ ان کے اراکین کبھی جہاز ہائی جیک کر رہے ہیں' کبھی بمبارمنٹ کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے لئے کوئی اور راستہ چھوڑا ہی نہیں گیا تھا۔ کسی کو دبا کر اگر کونے کے ساتھ لگا دیا جائے تو پھر کچھ تو وہ کرے گا۔ یہ ہے اس دہشت گردی کا پس منظر جس کے خلاف دنیا بھر کے ظالم آج جمع ہو چکے ہیں اور یہ تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ مظلوم سے احتجاج کا حق بھی چھین لیا جائے۔

اسامہ بن لادن کا معاملہ مختلف ہے۔ اسامہ کی امریکہ اور سعودی حکومت کے خلاف دشمنی Declared ہے۔ سعودی حکومت سے دشمنی اس وجہ سے ہے کہ اس کا الزام یہ ہے کہ تم نے یہاں امریکی فوجیں لا کر ان کا اڈہ اپنی

بادشاہت کی حفاظت کے لئے بنایا ہے۔ دیکھئے اس سے پہلے امریکہ کے خلاف مبینہ دہشت گردی کے جو چار چھ واقعات ہوئے ہیں امریکہ نے انہیں بھی اسامہ سے منسوب کیا ہے۔ اسامہ نے اگرچہ کبھی ان کا کریڈٹ لینے کی کوشش نہیں کی لیکن کبھی انکار بھی نہیں کیا۔ لیکن ۱۱ستمبر کے واقعات سے اسامہ نے اعلان براءت کیا ہے۔ اور اس میں ملوث ہونے کی نفی کی ہے۔ میرے نزدیک تو ویسے بھی اسامہ کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔ دوسرے کوئی ثبوت بھی ابھی تک سامنے نہیں آسکا جو ظاہر کرتا کہ اس واقعہ میں وہ ملوث ہے۔ دوسری طرف افغان قوم کی غیرت وحمیت کا معاملہ ہے۔ جس طرح ہم ایک لفظ استعمال کرتے ہیں ضمیر کا قیدی۔ اسی طرح یوں سمجھئے کہ افغان اپنی عزت' اپنی غیرت' اپنی حمیت کا قیدی ہے۔ اسامہ ان کا محسن ہے۔ روس کے خلاف جنگ میں اس نے ان کی مدد کی تھی اور اب وہ ان کا مہمان ہے۔ اسے انہوں نے پناہ دی ہے۔ اس کے باوجود بھی طالبان نے کہا ہے کہ کوئی ثبوت ہے تو لاؤ پیش کرو۔ ہم خود اس پر مقدمہ چلائیں گے۔ ہم نے اسے اجازت نہیں دی ہے کہ وہ اس قسم کے کام کرے۔ برطانیہ کا گارجین اخبار اپنے اداریہ میں لکھتا ہے کہ بلیئر حکومت نے اسامہ کے خلاف جو ۲۱ صفحات پر مبنی ثبوت شائع کئے ہیں ان میں کچھ نہیں ہے سوائے اسکے کہ بلیئر صاحب کہہ رہے ہیں کہ مجھ پر اعتماد کرو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ دیکھئے یہ ان کا اپنا اخبار ہے جو اعتراف کررہا ہے' یہ کوئی طالبان کا اخبار تو نہیں ہے۔ دوسرا برطانوی اخبار Independent ہے اس نے ایک طویل مقالہ شائع کیا ہے۔ جس میں تجزیہ کیا گیا ہے کہ اکیس ۲۱ صفحات پر مشتمل جو دستاویز پیش کی گئی ہے۔ اس کے ۱۸ صفحات میں جو ۶۱ نکات درج کئے گئے ہیں ان کا تو ۱۱ستمبر کے واقعہ سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔ صرف تین صفحات میں ۹ نکات ایسے ہیں جن کا تعلق بن سکتا ہے۔ لیکن ان نکات کی بنیاد پر بھی اس کے خلاف مقدمہ نہیں چل سکتا' سزا دینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چند باتیں اس وقت کی صورت حال کے بارے میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل امریکہ افغانستان پر حملہ کرکے واقعتاً پھنس گیا ہے۔ اس کی حالت اس وقت قابل رحم ہے۔ ''سول سپریم پاور آن ارتھ'' کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔ اب ان کے کمانڈرز کہہ رہے ہیں کہ طالبان سخت جان جنگجو لوگ ہیں۔ کبھی کہتے ہیں یہ چست جانے والے لوگ ہیں۔ اب امریکہ کی طرف سے بھی اس جنگ میں پہلے جیسا زور وشور دکھائی نہیں دیتا۔ شمالی اتحاد بھی شکایت کررہا ہے کہ ہماری جتنی مدد کرنی چاہئے تھی' نہیں کر رہے ہیں۔ اگرچہ بزدلی ان کی اپنی ہے کہ آگے بڑھ نہیں سکتے۔ آگے بڑھتے ہیں تو طالبان سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادی موت کے خوف سے اپنے فوجی اتار نہیں رہے۔ بمبارمنٹ کا معاملہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں ان کے allies (حلیف) اب کھل کر رہے ہیں کہ مزید بمبارمنٹ نہیں ہونی چاہئے' جب کہ تم خود کہہ رہے ہو کہ ٹارگٹ موجود نہیں ہے' بمباری کا نعم البدل ہے کہ اپنے آدمی اتارو۔ لیکن آدمی کیسے اتار دیں۔ وہ اترنے کو تیار نہیں ہیں۔ جنہوں نے سر ہتھیلیوں پر رکھ لئے ہوں جنہیں شہادت کا جذبہ میدان میں لایا ہو' کون ان کا مقابلہ کرے گا۔ آج صبح کی خبر ہے کہ ان اتحادی فوجوں کو ایک اور زک پہنچی ہے۔ اومان کے ساتھ برطانیہ کی ایک بڑی فوجی مشق ہو رہی تھی وہ ختم ہوگئی۔ برطانیہ وہاں اپنی کچھ فوجوں کو افغانستان پر حملوں کے لئے باقی رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن اومان اس کی اجازت نہیں دے رہا۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر' امریکہ میں انتھراکس کا خوف ہے اور یہ بات اب برملا کہی گئی ہے کہ انتھراکس کے پھیلنے کا کوئی تعلق ۱۱ستمبر کے واقعات سے ثابت نہیں ہوسکا۔ یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ اصل میں اب امریکہ خود مذبذب اور ڈبل مائنڈڈ ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ یہ کام اسرائیل نے کروایا ہے۔ اسامہ کا ہے ہی نہیں۔ لہٰذا اسے اخلاقی جرأت حاصل نہیں ہے۔ یعنی اگر آپ غلط طور پر بھی سمجھ رہے ہوں کہ اس نے مجھے نقصان پہنچایا ہے تو اس کے خلاف پورا زور لگائیں گے' چاہے آپ مغالطے میں ہوں لیکن اگر آپ جان چکے ہوں کہ جس پر میں نے حملہ کیا ہے اس نے مجھے نقصان نہیں پہنچایا بلکہ نقصان پہنچانے والا کوئی اور ہے تو آپ اخلاقی جرأت سے محروم ہوجائیں گے۔ یہی معاملہ موجودہ صورت حال میں امریکہ کے ساتھ ہے۔ اب تو گویا کھسیانی بلی کھمبا نوچے والی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ یہ کہہ دیتے کہ انتھراکس کا تعلق بھی اسامہ سے ہے تو اس کا مطلب ہے اور زور وشور سے وہاں پر مہم ہونی چاہئے۔ آدمی اتارنے کے سوا وہاں اور کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ جبکہ اپنے آدمی مروانے کو یہ تیار نہیں ہیں۔ امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ نے یہ کہہ کر کہ ہم اسامہ کو کبھی نہیں پکڑ سکتے' گویا اعتراف شکست کرلیا ہے۔

البتہ موجودہ صورت حال میں شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار پرویز مشرف کی حالت زیادہ قابل رحم ہے کیونکہ امریکہ نے حالیہ جنگ کے معاملے میں ان تمام گارنٹیوں کی سختی سے نفی کی ہے جو ہمارے صدر صاحب قوم کو دیتے رہے ہیں۔ اسی طرح قرضوں کی معافی کے خواب دکھا کر ملک کو مزید قرضوں کے جال میں پھنسا دیا گیا ہے۔ اور اب یہ قرضے ۴۱ ارب تک پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ اب بھی اگر ہماری حکومت کی آنکھیں نہ کھلیں تو وہ دن دور نہیں جب حکومت کو اپنے امریکی حمایت کے فیصلے پر پچھتانا پڑے گا۔ اسی طرح ایٹمی سائنسدان سلطان بشیر الدین محمود کی گرفتاری قابل مذمت ہے۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ انہوں نے افغانستان کی تعمیر نو کے لئے بھاگ دوڑ کی ہے۔ ورنہ وہ کوئی سیاسی آدمی ہیں نہ انہوں نے کبھی حکومت یا امریکہ مخالف ریلی میں شرکت کی ہے۔ لہٰذا انہیں امریکی دباؤ پر گرفتار کرنا عدل وانصاف کی دھجیاں بکھیرنے کے مترادف ہے۔ یہ سمجھنا کہ سلطان بشیر الدین محمود طالبان کو ایٹم بنانے میں مدد دے سکتے تھے' انتہائی مضحکہ خیز ہے' کیونکہ ایٹم بم ٹیکنالوجی کے بغیر نہیں بنایا جاسکتا۔ لہٰذا انہیں فی الفور رہا کیا جائے۔

اس موقع پر حاضرین اجتماع نے متفقہ طور پر ایک قرار داد منظور کی جس میں سلطان بشیر الدین محمود کی گرفتاری کی مذمت کی گئی اور ان کی رہائی کا پر زور مطالبہ کیا گیا۔

بقیہ: چشم کشا

القاعدہ کا قلع قمع کرنا ہے۔ خواہ وجوہات ہماری سمجھ میں آئیں یا نہیں' ہمیں ہر حال میں اس دہشت پر قابو پانا ہے۔ سیاسی حکمت عملی زیادہ پیچیدہ اور مشقت طلب معاملہ ہے۔ ہمیں بڑی ہوشیاری اور مضبوطی سے اس جنگ کے لئے عالمی اتحاد قائم کرنا ہوگا۔ ہماری بالادستی کسی کو ناپسند ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں البتہ طاقت کا استعمال اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے اداروں کے سایہ تلے انجام دینا لوگوں کے لئے نسبتاً زیادہ قابل قبول ہوگا۔ جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے ظاہر ہے عرب ممالک کی خاطر ہم اس کی حمایت سے دست بردار نہیں ہوسکتے۔ نہ ہی صدام حسین کے سر سے حملوں کا خطرہ کم کیا جاسکتا ہے البتہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ عراقی عوام زیادہ متاثر نہ ہوں۔ اس کے بعد صدام حسین سے مستقلاً بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ اسی طرح اسرائیل کو مغربی کنارے اور غزہ کے علاقے خالی کرنے پر مجبور کرنا ہوگا۔ عربوں کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہ بھی ہو تب بھی ہمیں یہ کرنا چاہئے کیونکہ اصولاً اسرائیل کا ان علاقوں پر قابض رہنا صحیح نہیں۔

اس کے بعد معاشرتی محاذ پر حکمت عملی کی بات آتی ہے۔ امریکہ کو اسلام کو جدید رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ بظاہر یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں۔ سب سے پہلے ہم اعتدال پسند عرب ممالک کی مدد کرنی چاہئے بشرطیکہ وہ ماڈرنائزیشن کے لئے تیار ہوں۔ یہ کام اعتدال پسند مسلم گروہوں اور دانشوروں کو آگے لاکر انجام دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح طالبان کے ہٹائے جانے کے بعد افغانستان میں ایک نیا سیاسی ڈھانچہ لانا ہوگا۔ اس کے علاوہ عرب ممالک اور پاکستان جیسے دیگر ممالک کو مجبور کرنا ہوگا کہ وہ اپنے ہاں کھلا معاشرہ قائم کریں۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ بنیاد پرست ہر جگہ اقلیت میں ہیں۔ پوری دنیا یک جا ہو کر آسانی سے انہیں زیر کرسکتی ہے۔

(نیوز ویک' اکتوبر ۱۵' ۲۰۰۱ء)

صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو..........

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

۱۱ر ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر حملہ کر کے امریکہ کو افغانستان پر حملہ کرنے کی راہ دکھائی گئی۔ پھر دنیا بھر میں ایسی فضا پیدا کی گئی کہ افغانستان کو صفحۂ ہستی سے مٹانا امریکہ کی ناک کا مسئلہ بنا دیا گیا۔ اب ۲۸ر اکتوبر کو بہاولپور میں عبادت میں مصروف ۱۸ عیسائیوں کو ہلاک اور متعدد کو زخمی کرنے کا اصل مقصد امریکہ سمیت تمام دنیا کو یہ بتانا ہے کہ پاکستان دہشت گردی کا اصل گڑھ اور مرکز ہے۔ یہاں امریکہ اور یورپ کے ہم مذہب عیسائی مسلمانوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے ہیں لہٰذا دہشت گردی کے خاتمے کے لئے افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان کو نشانہ بنانا از حد ضروری ہے۔ ہمارے اندازے کے عین مطابق یہ پروپیگنڈا پورے زوروں پر ہے کہ مذہبی جماعتیں اور انتہا پسند قوتیں پاکستان میں بے لگام ہوتی جا رہی ہیں اور ان پر کنٹرول حکومت وقت کے بس میں نظر نہیں آتا۔ یہ قوتیں کسی وقت بھی پاکستان میں ایٹمی تنصیبات کا

مشرف حکومت کھائی اور کھڈے کے درمیان کھڑی ہے

کنٹرول سنبھال لیں گی لہٰذا ان تنصیبات کا کسی محفوظ قوت کے ہاتھ میں جانا یا ناکارہ بنایا جانا عالمی امن کے لئے اشد ضروری ہو گیا ہے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق پاکستان کی ایٹمی قوت سے نمٹنے کے لئے پینٹا گون اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ پینٹا گون فوری طور پر پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو ناکارہ بنانے کے لئے کارروائی کے حق میں ہے جبکہ کولن پاول کی قیادت میں وزارتِ خارجہ ایسی کسی کارروائی کے حق میں نہیں۔ یاد رہے افغانستان پر حملہ کرنے کے بارے میں بھی پینٹا گون اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں بھی اختلاف تھا اور بالآخر پینٹا گون کے حق میں فیصلہ ہوا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اختلافات بھی نمائشی اور دکھاوے کے ہوں' اصل مقصد فیلر چھوڑ کر ردِ عمل کا جائزہ لینا ہو۔

امریکہ اور یورپ میں گزشتہ سالوں میں بہت سے معاملات خصوصاً اقتصادیات کے حوالہ سے شدید اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ یورپ امریکہ کی چودھراہٹ اور سب کچھ ہضم کرنے کی پالیسی پر اس سے شدید نالاں ہیں۔ یورپ کی نئی مشترکہ کرنسی یورو در حقیقت ڈالر کو شکست دینے کے لئے بنائی گئی ہے۔ امریکہ کے خلاف اقتصادی جنگ میں فرانس یورپ کو لیڈ کر رہا ہے۔ اس کے لیڈروں نے یہاں تک کہہ دیا: we are at war with U.S.A۔ فرانس بڑھ چڑھ کر امریکہ کے خلاف متحدہ یورپی محاذ بنانے کے لئے سرگرداں تھا۔ لیکن جونہی امریکہ میں دہشت گردی ہوئی اور اس کا الزام مسلمانوں پر آیا' امریکہ نے افغانستان پر جنگ مسلط کی اور اس جنگ کو کروسیڈ قرار دیا (اگرچہ بش نے سیاسی مصلحت کے تحت اپنے الفاظ کو واپس لے لیا) اور اپنے اصلی جذبات کا اظہار کیا تو امریکہ اور یورپ کی عیسائی دنیا مٹھی کی طرح متحد ہو گئے۔ پاکستانی حکومت نے گن پوائنٹ پر امریکہ سے تعاون کا فیصلہ کیا تو سارا یورپ

ابوالحسن

پاکستان کے صدقے واری جا رہا ہے۔ برطانیہ' ہالینڈ' جرمن' فرانس اور یورپ کے دوسرے لیڈر قطار اندر قطار مشرف کی زیارت کو حاضر ہو رہے ہیں۔ جھوٹی سچی اقتصادی مراعات کا اوپر تلے اعلان ہو رہا ہے۔ ادھر عالم اسلام بیدار ہونے کو تیار نہیں۔ امریکہ جب کسی اسلامی ملک پر حملہ کرتا ہے تو مسلمان ممالک خصوصاً عرب یہ دہائی دیتے ہیں کہ اب کسی اور اسلامی ملک پر حملہ نہ کرنا گویا جس مسلمان ملک پر حملہ ہو چکا ہے اس کی تو ہم تائید کرتے ہیں۔ پاکستان اس حملہ کی وجہ سے کیونکہ فرنٹ لائن سٹیٹ بن چکا تھا لہٰذا اس نے فوری طور پر او آئی سی کا اجلاس بلانے کی کوشش شروع کر دی لیکن مسلمان حکمران امریکہ کے خوف سے لرز رہے تھے کہ کہیں

یورپ اور امریکہ شدید باہمی اختلافات کے باوجود متحد ہو گئے ہیں

وہ اسے امریکہ کے خلاف مسلمانوں کا اتحاد قرار نہ دے دے۔ لہٰذا ۱۱ر ستمبر کے سانحہ کے پورے ایک ماہ بعد ۱۰ر اکتوبر کو او آئی سی کا اجلاس ہو سکا' وہ بھی وزرائے خارجہ کی سطح پر اور اس اجلاس کا جو حشر ہوا وہ بھی سب کے سامنے ہے کہ یہ خوفزدہ لوگ اجلاس کو ادھورا چھوڑ کر واپس بھاگے اور اجلاس کے انجام پر امریکی وزیر خارجہ سے اپنی خوشی چھپائے نہیں چھپتی تھی۔ مسلم ممالک ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر ۱۱ر ستمبر کے حادثے پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے جیسے دنیا میں دہشت گردی کی یہ پہلی واردات تھی' جیسے صرف امریکیوں کا مرنا ہی قابل افسوس اور قابل مذمت ہوتا ہے۔ اس سانحہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسرائیل اور بھارت جو پہلے بھی فلسطینیوں اور کشمیریوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہتے تھے' مزید خونریزی پر اتر آئے۔ لیکن ان کی اموات کو نہ کوئی دہشت گردی قرار دے رہا ہے اور نہ ہی افسوس کا اظہار ہو رہا ہے۔ اردن کے شاہ عبد اللہ امریکیوں سے تعزیت کے لئے خود امریکہ پہنچے۔ سعودی شہزادے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے متاثرین کے لئے بلین ڈالرز کے چندے دے رہے ہیں۔ قصہ مختصر مسلمان ممالک کے حکمران امریکہ کو غیض و غضب میں دیکھ کر لرز رہے ہیں البتہ مسلم ممالک

پاکستان کا سیکولر طبقہ امریکہ کی حمایت میں پیش پیش ہے

کے عوام امریکہ اور اپنے حکمرانوں سے کھلم کھلا نفرت کا اظہار کر رہے ہیں لیکن وہ اپنے حکمرانوں کے سامنے بے بس ہیں جس طرح ان کے حکمران امریکہ کے سامنے بے بس ہیں۔ اب آیئے افغانستان امریکہ جنگ کے حوالہ سے پاکستان کے اندرونی حالات اور عوام کے طرزِ عمل کا جائزہ لیں۔ پڑھا لکھا یا سیکولر طبقہ امریکہ کی شدت سے خدمت کر رہا ہے۔ وہ طالبان کے لئے کچھ کچھ ہمدردی کے جذبات بھی رکھتا ہے لیکن وہ امریکہ سے متھا لگانے کو حماقت قرار دیتا ہے اور اس لحاظ سے مشرف کے فیصلے کی تائید کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ مشرف کے پاس کوئی دوسرا متبادل موجود ہی نہ تھا اور امریکہ کو چیلنج دینا تباہی کو دعوت دینا تھا۔ افغانستان اور پاکستان میں فرق ہے' اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنا حماقت ہے۔ البتہ مذہبی جماعتیں مشرف حکومت کے فیصلے کی شدید مخالفت کر رہی ہیں۔ ایک آدھ مذہبی جماعت کو چھوڑ کر بقایا تمام جماعتوں نے ایک اتحاد قائم کیا ہے جو دفاعِ افغانستان

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

اسلام کو جدید رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کی جائے

عرب ممالک میں ماڈرنائزیشن کے فروغ کے لئے دانشوروں کو آگے لایا جائے

پاکستان جیسے اسلامی ممالک کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے ہاں کھلا معاشرہ قائم کریں!

طالبان کو ہٹا کر نیا سیاسی ڈھانچہ لایا جائے!

''آسمانِ امریکہ'' میں مسلم اُمّہ کی بربادی کے مشورے!

امریکہ کے عالمی شہرت یافتہ ہفت روزہ جریدے "نیوزویک" کے ۱۵ جون کی اشاعت میں شائع شدہ خصوصی مضمون "The Roots of Rage" جسے پڑھنے کے بعد کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہنی چاہئے کہ مغرب اسلام کے بارے میں کس درجے منفی سوچ رکھتا ہے اور مسلمانوں کو اسلام سے بیگانہ کرنے کے لئے کس نوع کی منصوبہ بندی وہاں کی جارہی ہے!... کیا اس کے بعد مسلمان دانشوروں کے لئے مغرب کی چاپلوسی اور خوشامد کرنے اور ان سے حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے گن گانے کا کوئی جواز ہے...؟؟ (ادارہ)

''دہشت گرد کیوں ہم سے نفرت کرتے ہیں؟''
امریکی کہہ سکتے ہیں کہ ''ہماری بلا سے!'' اس لئے کہ انہیں ۵ ہزار بے گناہوں کے قتل کئے جانے کا غم ہے لیکن ایک طویل جنگ ان سوالات کے جواب کی متقاضی ہے۔ ہم آزادی کے علمبردار ہیں' وہ اس لئے نفرت کرتے ہیں۔ ہمارے پاس مال و اسباب ہے' وہ اس سے حسد کرتے ہیں۔ ہمارے پاس طاقت ہے' انہیں محرومی کا احساس ہے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہوں گی مگر دنیا میں اربوں کی تعداد میں لوگ غربت اور محرومی سے دوچار ہیں وہ سب عام شہریوں کی ہلاکت کا باعث تو بنتے۔ گویا دہشت گردی کی تہ میں کوئی اور ہی جذبہ کارفرما ہے۔

اسامہ بن لادن اسے مذہب سے تعبیر کرتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ کفر اور اسلام کے درمیان جنگ ہے۔ اسامہ بن لادن ہی نہیں' پوری اسلامی دنیا اس خیال کی حامی دکھائی دیتی ہے۔ اصل اسلام کیا ہے یا قرآن کیا کہتا ہے' اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ قرآن تو موم کی ناک کی طرح ہے' جدھر چاہیں موڑ لیں۔ تاریخ کی ورق گردانی بھی بے سود ہے' گزشتہ چند دہائیوں میں حالات بدل گئے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس وقت صورتِ حال کیا ہے۔

آیئے ایک نظر عالم اسلام پر ڈالتے ہیں۔ سب سے بڑا مسلم ملک انڈونیشیا اب تک واشنگٹن کا حاشیہ بردار رہا ہے۔ دوسرے بڑے مسلم ممالک پاکستان اور بنگلہ دیش میں اسلام اور جدیدیت ایک ساتھ چل رہے ہیں۔ ترکی سیکولر ملک ہے۔ البتہ مشرق وسطیٰ کی طرف آئیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ ہے وہ سرزمین جہاں خودکش بمبار' پرچم جلانے اور سخت گیر ملا جنم لیتے ہیں۔ افغان جنہیں ہم وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنا رہے ہیں' کبھی امریکہ کے خلاف دہشت گردی میں ملوث نہیں پائے گئے۔ افغانستان کو عربوں نے امریکہ کے خلاف میدان جنگ بنا رکھا ہے لیکن امریکہ کے خلاف عربوں کی یہ جنگ بھی زیادہ پرانی نہیں۔ ۶۰'۱۹۵۰ء کی دہائیوں میں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عربوں اور امریکہ کے درمیان چپقلش پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ان ۳۰ سالوں سے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔ اس دوران ایک طرف عرب حکمران اپنے ہاں معاشی اور معاشرتی سطح پر کوئی مثبت تبدیلی لانے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں تو دوسری طرف ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۹ء کی جنگوں میں اسرائیل کے ہاتھوں شکست نے انہیں رسوا کیا ہے۔ رہی سہی کسر ۱۹۹۰ء میں صدام حسین کے کویت پر حملے نے پوری کر دی۔ مصر ہی کو لیجئے۔ سوائے حکومت مخالفین کو کچلنے کے حکومت کوئی ایک کارنامہ بھی انجام نہیں دے سکی۔ یہی حال شام کا ہے۔ عراق کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ اگر ان ممالک کا اسرائیل کے ساتھ موازنہ کریں تو صورتِ حال اور بھی گمبھیر دکھائی دیتی ہے۔ گویا غربت اور دولت کی فراوانی' دونوں اس خطے میں کوئی معجزہ نہیں دکھا سکے۔ اکثر عربوں کا خیال ہے کہ خلیج کی جنگ میں امریکہ نے کویت اور سعودی عرب کے شاہی خاندانوں کو نئی زندگی عطا کی جس سے انہیں اپنے ہاں مزید بدنامی کا سامنا ہے۔

جدت پسندی امریکہ کے لئے بہت بڑی نعمت ہے' مگر یہی جدت پسندی عربوں کے لئے سوائے ناکامی کے کچھ نہیں لائی۔ سوشلزم' سیکولرازم' نیشنلزم غرضیکہ ہر طرح کا ازم عربوں کے لئے منحوس ثابت ہوا ہے۔ گویا ماڈرنائزیشن کے لئے مرد آہن اور تیل کی دولت کا ہونا کافی نہیں۔ اس سے بڑی بڑی کاریں اور عشرت کدے تو سجائے جا سکتے ہیں لیکن فری مارکیٹ' سیاسی جماعتیں' احتساب کا عمل اور قانون کی حکمرانی وجود میں آنا ممکن نہیں۔ عالم عرب کا نوجوان کئی طرح کے مخمصوں سے دوچار ہے۔ ایک طرف وہ دیکھتے ہیں کہ دولت کی ریل پیل ہے' بے پردہ عورتیں سرعام چہل قدمی نظر آتی ہیں۔ دوسری طرف عام ترقی کے مواقع ناپید ہیں۔ اس عدم موافقت نے احیاء اسلام کے تصور کو جنم دیا ہے۔

عرب جو اپنے حکمرانوں کے سامنے بے بس غیر مطمئن ہیں' اسلامی فنڈامنٹلزم نے انہیں زبردست طاقت دے دی ہے کیونکہ اسلام کی مخالفت کسی کے بس کا روگ نہیں۔ اسے ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب سے مزید شہ ملی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ اہم کردار سعودی حکومت نے ادا کیا ہے جس نے اپنے داخلی معاملات سے توجہ ہٹانے اور وہابیت کے فروغ کے لئے بیرونی ملک وسیع پیمانے پر روپیہ فراہم کیا' جس کے نتیجہ میں جدید دنیا اور غیر مسلم عوام کے خلاف نیم خواندہ علماء کی فوج تیار ہو کر میدان میں آ چکی ہے۔ امریکہ اس بارے میں عالم اسلام کی جو مدد کر سکتا ہے اس کا ذکر کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوگا جب تک خود مسلمانوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا کیونکہ محض بیرونی کوششیں انہیں اس المیہ سے نہیں بچا سکیں گی جس سے انہیں قرون وسطیٰ کی سوچ رکھنے والے ان گروہوں نے دوچار کر دیا ہے۔

امریکہ کے لئے لازم ہے کہ اس مذہبی دہشت گردی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے لائحہ عمل وضع کرے۔ یہ بات اب کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ یہ ایک طویل جنگ ہوگی جس میں کئی محاذوں پر مختلف قسم کی چھوٹی بڑی لڑائیاں لڑی جائیں گی۔ عسکری محاذ پر اصل ہدف

(باقی صفحہ ۷ پر)

پی ٹی وی اور آزادئ نسواں کا ابلیسی ایجنڈا

خدارا! خواتین کے حقیقی مسائل کی طرف توجہ دیں

(تحریر: عبدالقادر انصاری، کراچی)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ موجودہ دور میں ٹیلی ویژن ایک طاقتور میڈیا ہے جو عوام الناس کے ذہن اور ان کی رائے بنانے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ حزب الشیطان کے منصوبہ ساز اس کا بھرپور استعمال کر رہے ہیں اور پی ٹی وی آج کل ان ابلیسی منصوبوں پر عمل درآمد میں پیش پیش ہے۔

پی ٹی وی کے مذاکراتی پروگرام‘ ڈرامے اور اشتہارات اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ موجودہ حکومت بے حیائی کے اس ایجنڈے پر عمل پیرا ہے جو قاہرہ کانفرنس اور بیجنگ کانفرنس میں طے ہوا تھا۔

کاش! کوئی دین کا درد رکھنے والا ان سے پوچھ سکے کہ تم اگر مسلمان ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے پابند بنو‘ کچھ خوف کرو‘ تم ان حدوں کو توڑنا چاہتے ہو جو اللہ نے مقرر کی ہیں۔ ظالمو! کیا تم اپنے پیدا کرنے والے سے زیادہ جانتے ہو؟ اپنی عقلوں کو لگام دو اور ذرا غور کرو کہ اس نے ستر و حجاب کے تفصیلی احکام کیوں دیئے‘ اس نے نامحرم مرد و عورت کے میل جول پر قدغنیں کیوں لگائیں۔ اس لئے تاکہ زنا کا راستہ روکا جائے۔ تم آزادی نسواں کے نام پر پاکستان کو امریکہ بنانا چاہتے ہو جہاں ۵۰ فیصد سے زیادہ بچے ناجائز تعلقات سے جنم لیتے ہیں اور جہاں سرکاری فارم میں باپ کی بجائے ماں کا نام لکھا جاتا ہے۔ اللہ تو اپنی بندیوں کو ان کے گھروں میں سکون اور عزت و احترام سے رکھنا چاہتا ہے مگر تم ان کو گھروں سے باہر لا کر شمع محفل بنا کر ان کا استحصال کرنا چاہتے ہو‘ تاکہ دن بھر وہ محنت و مشقت کریں اور شام کو آ کر شوہر اور بچوں کی خدمت بھی کریں۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ ہماری معیشت کی بدحالی کی وجہ عورت کا گھر سے باہر نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ کام نہ کرنا ہے‘ حالانکہ ہماری معیشت کا بیڑہ غرق کیا ہے سودی قرضوں‘ جاگیرداری‘ سرمایہ داری اور افسر شاہی نے۔ خدارا اس قوم کو ان لعنتوں سے چھڑانے کے متعلق کچھ سوچو اور کوئی راستہ نکالو جس سے پاکستان کے مرد و عورت دونوں کا بھلا ہو۔ بیچاری عورت کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو! اس کو گھر میں سکون سے رہنے دو تاکہ آج کے بچوں اور مستقبل کے معماروں کی پرورش ہو سکے۔

ہم ان دانشوران پاکستان سے بھی دست بستہ عرض کرتے ہیں جو پی ٹی وی کی اس پالیسی کے ہمنوا ہیں‘ کہ اگر آپ واقعی پاکستانی عورت کے لئے درد رکھتے ہیں اور اس کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل مسائل پر توجہ دیں اور اپنی استطاعت کے مطابق جو کچھ کر سکیں‘ ضرور کریں کیونکہ ان مسائل کی زد میں ان پڑھ اور پڑھی لکھی تمام خواتین آتی ہیں:

(الف) تعلق مرد و زن ایک جبلی تقاضا ہے جس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ شریعت نے اس کا جائز راستہ نکاح یا عرف عام میں شادی مقرر کیا ہے۔ دور نبویؐ کے بعد سے کئی صدیوں تک مسلم معاشرہ میں شادی کرنا کوئی مسئلہ نہیں رہا اور اب بھی شاید کچھ مسلم ممالک میں ایسا ہی ہو۔ مگر بدقسمتی سے برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو شادی بیاہ کے ہندوانہ رسم و رواج ورثے میں ملے جو آج تک جاری ہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوا ہے۔ ان ظالمانہ رسوم نے ہمارے معاشرے میں شادی کو ایک پہاڑ جیسا مسئلہ بنا دیا ہے۔ یہ رسمیں غیر اسلامی تو ہیں ہی مگر ساتھ ہی ساتھ معاشرے کی تباہی کا باعث بھی بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً جہیز‘ مہندی‘ مایوں‘ لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت وغیرہ۔ ان سب پر اتنا خرچ آتا ہے کہ غریب والدین اپنی بچیوں کو بیاہ نہیں سکتے اور اگر بیاہ بھی لیں تو کنگال ہو جاتے ہیں یا زندگی بھر قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔ نتیجتاً بہت سے گھروں میں بچیاں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ پھر ان میں کچھ ایسی کمزور کردار کی بھی ہوتی ہیں جو اپنے جبلی تقاضوں پر قابو نہیں رکھ سکتیں اور غلط راہوں پر چل پڑتی ہیں۔ خدارا نکاح کو سہل اور کم خرچ کرنے کی تدابیر کریں۔

(ب) ان بیہودہ رسموں میں ایک بہت بری رسم لڑکی یا لڑکے کی قیمت لگانے کی ہے جو مختلف علاقوں میں ہے۔ مثلاً سرحد کے بعض قبائل میں لڑکی کا باپ لڑکے سے ایک خطیر رقم وصول کرنے کے بعد لڑکی اس کے نکاح میں دیتا ہے۔ نتیجتاً ان قبائل کے مرد اپنی جوانی یہ رقم جمع کرنے میں لٹانے کے بعد اس قابل ہوتے ہیں کہ شادی کر سکیں۔ چنانچہ جوان بچیاں بوڑھوں کو بیاہی جاتی ہیں جو شرعاً جائز ہے مگر ہمارے اس غیر اسلامی معاشرے میں شرعی پردہ نہ ہونے کے باعث بسا اوقات بوڑھے شوہروں کی جوان بیویاں ناجائز تعلقات کے فتنے میں پڑ جاتی ہیں‘ جس کا نتیجہ بالآخر غیرت کے نام پر قتل کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہ تو تھا لڑکی کی قیمت لگانے کا معاملہ‘ اس کے برعکس مثال کراچی میں آباد ایک برادری کی ہے جس کی اکثریت صنعت و تجارت سے وابستہ ہے۔ اس برادری میں رشتہ طے کرتے وقت لڑکے کی قیمت لگائی جاتی ہے جو لاکھوں میں ہوتی ہے۔ پہلے یہ کیش کی صورت میں ادا ہوتی تھی مگر اب کچھ عرصے سے اس کی شکل بدل گئی ہے..... اب لڑکی والے لڑکے کو اس کی پسند کا مکان‘ فرنیچر اور دیگر سامان فراہم کرتے ہیں جس کی قیمت لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اس مصیبت کی وجہ سے اس برادری کے غریب لوگ اپنی بچیوں کی شادی کے لئے جان توڑ کوشش کر کے پیسہ جمع کرتے ہیں اور اگر نہیں کر پاتے تو پھر در در جا کر بھیک مانگتے ہیں اور اپنی عزت نفس کا دھیلا کرتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمت کر کے یا مجبور ہو کر برادری کو ٹھوکر مارتے ہوئے اپنی بچیاں غیر برادری میں دے دیتے ہیں مگر دوسرے رسم و رواج سے تو پھر بھی نہیں بچ سکتے۔

(ج) ایک اور ظلم جو ہمارے دیہاتوں اور قبائلی علاقوں میں زیادہ عام ہے وہ وراثت میں خواتین کو ان کا شرعی حق نہ دینا ہے۔ ان علاقوں میں یہ ظالمانہ رسم ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ بہنیں اپنے بھائیوں سے حق وراثت مانگنے کو بڑے شرم کی بات سمجھتی ہیں۔ بعض علاقوں میں وڈیروں اور بڑے زمینداروں کو جب اپنی بیٹیوں کے لئے اپنے قریبی عزیزوں میں رشتے نہیں ملتے تو وہ محض اپنی جائیداد کو بچانے کے لئے اپنی بیٹیوں کو عمر بھر کنواری بٹھائے رکھتے ہیں‘ کیونکہ اگر غیر خاندان سے رشتہ ہوا تو بیٹی کو اس کا حصہ دینا پڑے گا جو غیروں میں چلا جائے گا۔ ایک صوبے میں بعض بڑے سیاسی اور گدی نشین خاندانوں کی اس طرح گھروں میں جبراً کنواری بٹھائی جانے والی بچیوں کے متعلق ایک عجیب بات مشہور ہے کہ ان کی شادی (معاذ اللہ) قرآن سے ہو گئی ہے۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو شریعت سے بے زار ہیں اس لئے ان کے اس طرز عمل پر ہمیں تعجب نہیں ہونا چاہئے لیکن ہمیں دکھ ہوتا ہے جب ہم یہ سنتے ہیں کہ ہمارے ایک صوبے میں ایک علاقہ ہے جہاں کے لوگ نفاذ شریعت کے لئے حکومت سے نبرد آزما ہیں اور شریعت کے لئے اپنی جان کی بازی تک لگانے کو تیار ہیں۔ لیکن یہی لوگ شریعت کے حکم کے مطابق اپنی خواتین کو وراثت میں کوئی حصہ دینا گوارا نہیں کرتے۔

مندرجہ بالا مسائل ہمارے اس مسلمان معاشرے میں اس لئے جڑ پکڑ گئے ہیں کہ ہم لوگ اصل دین سے دور ہو گئے ہیں۔ ہماری تہذیب اسلامی نہیں رہی بلکہ تین تہذیبوں یعنی ہندو‘ عیسائی اور اسلام کا ملغوبہ بن گئی ہے۔ چونکہ ان مسائل کا حل صرف قرآن و سنت پر عمل کرنے میں ہے اس لئے ہمیں خدشہ ہے کہ ہمارے دانشور اور ماہرین تعلیم جن کی اکثریت مغربی تعلیم سے آراستہ اور مغربی تہذیب سے پیراستہ ہے‘ شاید ہی ان کے حل کی طرف کوئی توجہ فرمائیں گے۔ لیکن پھر بھی

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

اور

شاہوں سے ہمیں انصاف کی امید تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

پہلی اور دوسری عالمگیر جنگ میں یہود کا کردار اور جرمن قوم کی یہودیوں سے نفرت کا پس منظر؟

امریکہ ہوشیار باش!!

ایک منحرف یہودی امریکہ کو خبردار کرتا ہے

بنجمن فریڈمن کی ایک انگریزی تقریر کا خلاصہ

(ترجمہ و تلخیص: محمد یونس جنجوعہ)

تعارفی نوٹ: بنجمن ایچ فریڈمن بیسویں صدی کا انتہائی چالاک اور مکار فرد تھا۔ وہ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوا۔ وہ نیویارک شہر کا کامیاب یہودی تاجر تھا۔ وہ وڈبری سوپ کمپنی کا مالک تھا۔ اس نے ۱۹۴۵ء میں منظم یہودی گروپ سے علیحدگی اختیار کر لی اور باقی ماندہ زندگی یہودیوں کے ظلم وستم اور بے انصافیوں کا پردہ چاک کرنے میں گزار دی۔ یہ وہ مظالم اور سازشیں تھیں جنہوں نے امریکہ کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

فریڈمن ایک اہم شخص تھا کیونکہ وہ بلند پایہ یہودی تنظیموں میں رہ چکا تھا اور یہودیوں کی اُن تمام خفیہ سازشوں سے واقف تھا جن کے ذریعے وہ اثر و رسوخ حاصل کرتے تھے۔ اپنے وقت کی معروف سیاسی اور سماجی شخصیات تک اس کی رسائی تھی۔ وڈرو ولسن، فرینکلن روزلٹ، جوزف کینیڈی، برنارڈ بروچ اور جان ایف کینیڈی وغیرہ کے ساتھ اس کے ذاتی مراسم تھے۔

بنجمن فریڈمن نے ۱۹۶۱ء میں واشنگٹن ڈی سی کے ویلارڈ ہوٹل میں ایک تقریر کی۔ اگرچہ یہ آج سے چالیس سال پہلے کہی ہوئی باتیں ہیں تاہم آج کے حالات کے پس منظر کو سمجھنے، اصل حقائق کو جاننے اور تاریخ سے سبق سیکھنے کے اس میں ضروری شواہد موجود ہیں۔ ذیل میں اُس کی انگریزی زبان میں کی گئی تقریر کا خلاصہ پیش ہے۔

امریکہ میں یہودیوں اور یہود نواز افراد کا ہماری گورنمنٹ پر مکمل کنٹرول ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں جو اس وقت بیان نہیں کی جاسکتیں۔ یہودی اور ان کے ہم مذہب امریکہ پر اس طرح حکمرانی کر رہے ہیں گویا وہ خود مختار شہنشاہ ہوں۔ اگر یہ بات آپ کو مبالغہ معلوم ہو تو آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ جب ہم امریکی سو رہے تھے تو اس وقت کیا ہوتا رہا ہے۔

۱۹۱۴ء کے موسم گرما میں جنگ عظیم اول چھڑ گئی۔ میری عمر کے چند لوگوں کو ابھی یاد ہوگا۔ اس جنگ میں ایک طرف برطانیہ، فرانس اور روس تھے جبکہ دوسری طرف جرمنی، آسٹریا ہنگری اور ترکی تھے۔ دو سالوں کی جنگ میں جرمنی جیت گیا۔ برطانیہ کو بری طرح شکست ہوئی۔ اس کی حالت یہ ہوگئی کہ اس کے پاس نہ تو کوئی اسلحہ رہا اور نہ خوراک۔ آگے قحط اور بھوک نظر آ رہی تھی۔ اس وقت فرانسیسی فوج باغی ہوگئی کیونکہ ان کے چھ لاکھ جوان سومے پر وردن کے دفاع میں کام آ چکے تھے۔ روسی فوج بھی بددل ہوگئی۔ وہ مزید جنگ نہیں چاہتے تھے۔

ادھر جرمنی کی سرزمین پر ایک گولی بھی نہیں چلائی گئی۔ دشمن کا ایک سپاہی بھی جرمنی کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ اس قدر فوقیت حاصل ہونے کے باوجود جرمنی نے برطانیہ کو امن مذاکرات کی دعوت دی اور کہا کہ جنگ ختم ہے اور ہر چیز کو ویسے ہی رکھا جائے جیسے جنگ شروع ہونے کے وقت تھی۔ برطانیہ اس پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کیونکہ اس کے پاس کوئی متبادل راستہ نہ تھا۔

جب یہ معاملہ ہو رہا تھا تو جرمنی کے یہودی جو کہ مشرقی یورپ کے یہودیوں کی نمائندگی کر رہے تھے، برطانیہ کی جنگی کابینہ کے پاس گئے اور کہا "تم اب بھی جنگ جیت سکتے ہو۔ تم جرمنی کی امن مذاکرات کی پیشکش قبول نہ کرو۔ اگر اس وقت امریکہ تمہاری حمایت میں میدان میں اتر آئے تو تم یہ جنگ جیت سکتے ہو"۔ (اس وقت امریکہ جنگ سے باہر تھا۔ ہم امریکی تازہ، جوان اور خوشحال اور مضبوط تھے) انہوں نے یہ بھی کہا "ہم گارنٹی دیتے ہیں کہ ہم امریکہ کو تمہاری حمایت میں جنگ کرنے پر بہرحال آمادہ کر لیں گے۔ ہماری صرف ایک شرط ہے کہ تم جنگ جیتنے کے بعد فلسطین ہمیں دے دو"۔ دوسرے لفظوں میں انہوں نے یہ سودا کیا کہ امریکہ کو برطانیہ کی حمایت میں جرمنی کے خلاف لڑائی کی قیمت فلسطین ہوگی جو برطانیہ کو جنگ جیت کر اور جرمنی کو شکست دے کر ادا کرنا ہوگی۔ اگرچہ برطانیہ کو اس قسم کے معاہدے کا کوئی حق نہ تھا تاہم اس نے اکتوبر ۱۹۱۶ء میں یہ انتہائی نامعقول وعدہ کر لیا۔ چنانچہ تھوڑے وقت کے بعد امریکہ جو کہ مکمل طور پر جرمنی کا ہم خیال تھا، برطانیہ کی حمایت میں میدانِ جنگ میں کود پڑا۔

میں نے امریکہ کو مکمل طور پر جرمنی کا ہم خیال کہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں امریکہ میں اخبارات پر یہودیوں کا کنٹرول تھا۔ بینکار یہودی تھے۔ ذرائع ابلاغ تمام کے تمام یہودیوں کے قبضہ میں تھے اور یہودی جرمن نواز تھے کیونکہ ان میں سے اکثر جرمنی سے آئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ جرمنی روس کو ناک چنے چبوا دے۔ ان بڑے یہودی بینکاروں اور بینکنگ فرموں نے جو امریکہ میں تھے، فرانس اور برطانیہ کو ایک ڈالر کی ادائیگی بھی روک دی۔ انہوں نے واضح طور پر کہہ دیا کہ جب تک فرانس اور برطانیہ روس کے ساتھ ہیں، ان کو ایک پیسہ نہیں ملے گا۔ اس طرح وہ سارا

سرمایہ جرمنی لے آئے۔

اب جب انہی یہودیوں نے فلسطین ملنے کا امکان دیکھا تو برطانیہ جا کر سودا طے کر لیا۔ اسی وقت ہر شے بدل گئی جیسا کہ ٹریفک کی سرخ بتی سبز ہو جاتی ہے۔ جہاں سب اخبار جرمنی کے ہم خیال تھے اور وہ لوگوں کو برطانیہ کے خلاف لڑائی میں جرمنی کی مالی مشکلات بتا رہے تھے' اچانک کہنے لگے کہ جرمن اچھے نہیں' وہ بدمعاش ہیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد صدر امریکہ ولسن نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ لندن میں بیٹھے یہودیوں نے امریکہ کو برطانیہ کی حمایت میں میدانِ جنگ میں اتار دیا۔ اس طرح امریکہ جنگ عظیم اول میں شامل ہو گیا ورنہ اس جنگ کے ساتھ امریکہ کا کوئی سروکار نہ تھا۔ یہ بات امریکیوں کو کبھی نہیں بتائی گئی کہ امریکہ اسی لئے اس جنگ میں شامل ہوا تھا تاکہ یہودیوں کو فلسطین مل جائے۔

جب امریکہ جنگ میں شامل ہو گیا تو یہودیوں نے برطانیہ سے فلسطین کی بابت ایک تحریر بھی حاصل کر لی جو کہ پراسرار الفاظ پر مشتمل تھی تاکہ دنیا کو اصل حقیقت معلوم نہ ہو۔ اسی معاہدے کی اسی تحریر کو Balfour Declaration کہتے ہیں۔ یہ محض کاغذ کا ایک پرزہ تھا۔

امریکہ نے جنگ میں شامل ہو کر جرمنی کو شکست دی۔ ۱۹۱۹ء میں جنگ کے خاتمے پر جرمن کانفرنس میں شرکت کے لئے پیرس پہنچے۔ وہاں برنارڈ بروچ کی سربراہی میں ۱۱۷ یہودیوں کا وفد موجود تھا۔ میں خود وہاں موجود تھا۔ جب کانفرنس میں جرمنی کے حصے بخرے ہونے لگے تو یہ یہودی بول اٹھے "ہمارے فلسطین کے بارے میں بتائیے"۔ اور انہوں نے وہاں وہ بالفورڈ ڈیکلریشن بھی پیش کر دیا۔ یہ موقعہ تھا جب جرمنوں کو پہلی مرتبہ علم ہوا کہ امریکہ کیوں جنگ میں کود پڑا۔ اب جرمنوں کو احساس ہوا کہ انہیں واقعی شکست ہوئی ہے۔ انہیں بھاری تاوان جنگ ادا کرنا تھا محض اس لئے کہ یہودی ہر قیمت پر فلسطین حاصل کرنا چاہتے تھے۔

یہ پہلا موقعہ تھا جب جرمن یہودیوں کی فطرت سے واقف ہوئے۔ اس وقت تک یہودی جتنے خوشحال جرمنی میں تھے' دنیا کے کسی اور ملک میں نہ تھے۔ صنعتی اور معاشی میدان یہودی یہاں بے انتہا اہمیت اور شہرت کے حامل تھے۔ مگر اب جرمن یہودیوں کے سازشی ذہن سے واقف ہو گئے۔ ہوا یوں کہ ۱۹۰۵ء میں یہودیوں کو اشتراکی انقلاب کے بعد روس سے نکلنا پڑا اور جرمنی نے انہیں پناہ دی جہاں اُن کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا گیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے جرمنی کو بلاوجہ فلسطین حاصل کر کے یہودی دولت مشترکہ بنانے کی خاطر تباہی کی طرف دھکیل دیا۔ اس صورتِ حال کی خوب تشہیر ہوئی اور جرمنوں کا غم و غصہ یہودیوں کے خلاف بڑھتا گیا کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کی تباہی اور شکست کے ذمہ دار صرف اور صرف یہودی ہیں۔ لیکن وہ کیا کر سکتے تھے! وہ کسی ایک یہودی کے سر کا بال بھی بیکا نہ کر سکتے' کیونکہ وہ اس پوزیشن میں نہ تھے۔ اس وقت جرمنی کی آبادی ۸۰' ۹۰ ملین کے قریب تھی جبکہ یہودی صرف ۴۶۰,۰۰۰ تھے۔ اس کے باوجود وہ پریس کو کنٹرول کر رہے تھے۔ معاشی معاملات ان کے قبضے میں تھے۔ یہودی اس حقیقت کو چھپانا چاہتے تھے کہ انہوں نے جرمنی کو فروخت کر دیا ہے اور جرمن ان سے نفرت کرتے ہیں۔ بہرحال جرمنوں نے یہودیوں کے خلاف ممکنہ کارروائیاں شروع کر دیں۔

کچھ عرصے بعد یہودیوں نے ایمسٹرڈیم میں ایک اجلاس بلایا۔ جولائی ۱۹۳۳ء میں منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں تمام دنیا سے یہودیوں نے شرکت کی۔ انہوں نے جرمنی سے کہا "ہٹلر کو قتل کر دو اور ہر یہودی کو اس کی سابقہ حیثیت پر بحال کرو' خواہ وہ کمیونسٹ ہو یا کچھ اور۔ تم ہمارے ساتھ یہ سلوک نہ کرو۔ ہم دنیا بھر کے یہودی تمہیں الٹی میٹم دیتے ہیں"۔ جب جرمنی نے ان کی اس دھمکی پر پسپائی سے انکار کیا تو یہودیوں کے امریکی وفد کا سربراہ سیموئل انٹرمائر جو کہ کانفرنس کا صدر بھی تھا' سیدھا امریکہ آیا اور پھر کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم پہنچ گیا جہاں سے اس نے پورے امریکہ میں یہ پیغام نشر کر دیا: "دنیا بھر کے یہودی جرمنی کے خلاف مقدس جنگ کا آغاز کر رہے ہیں۔ ہم انہیں نیچا دکھا کر چھوڑیں گے یہاں تک کہ وہ فاقوں مرنے لگیں۔ ہم ان کے خلاف عالمی بائیکاٹ کر رہے ہیں جس سے وہ تباہ ہو جائیں گے کیونکہ وہ اپنی آمدات پر انحصار کرتے ہیں (اور حقیقت بھی یہی تھی)۔ ہماری طرف سے یہ معاشی بائیکاٹ اپنے دفاع کے لئے ہے۔ صدر روزولٹ نے نیشنل ریکوری ایڈمنسٹریشن میں اس کے فائدے کو تسلیم کیا ہے"۔ یہ اعلان ۷ اگست ۱۹۳۳ء کے نیویارک ٹائمز میں شائع ہوا۔ چنانچہ یہ بائیکاٹ اتنا موثر ہوا کہ دنیا کے کسی سٹور میں ایسی کوئی چیز دستیاب نہ تھی جس پر **Made in Germany** لکھا ہو۔ وولن ورتھ کمپنی کے ایک ذمہ دار نے مجھے بتایا کہ کئی ملین ڈالر کی جرمن ساختہ کراکری دریا میں بہا دی گئی کیونکہ ان کے سٹور کا بائیکاٹ کر دیا گیا تھا اور اگر کوئی جرمن ساختہ پلیٹ دیکھ لیتا تو اظہار نفرت کرتے ہوئے کہا "ہٹلر" "قاتل"۔ اس سب کچھ کے باوجود جرمنی میں کسی ایک یہودی کے سر کا بال بیکا نہ ہوا۔ اس وقت یہودیوں کا جرمنی کے ساتھ تصادم لازم ہو گیا تھا تاکہ دیکھا جائے کہ بقا کس کے مقدر میں ہے۔ اس وقت میں جرمنی میں تھا۔ جرمنی میں محسوس کیا گیا کہ یورپ یا تو عیسائی ہو رہا تھا یا کمیونسٹ۔ جرمنی نے چاہا کہ اگر ممکن ہو تو یورپ عیسائی رہے۔ ۱۹۳۳ء میں امریکہ نے روس کو تسلیم کر لیا۔ اس وقت روس بہت طاقت حاصل کر رہا تھا۔ اور جرمنی نے محسوس کر لیا کہ ہماری باری بھی آ رہی ہے اگر ہم مضبوط نہ ہوئے۔ اسی طرح کے الفاظ آج ہم کہہ رہے ہیں۔ ہماری گورنمنٹ ۸۳ تا ۸۴ بلین ڈالر دفاع پر خرچ کر رہی ہے ان چالیس ہزار یہودیوں کے خلاف دفاع جو ماسکو میں ہیں اور جنہوں نے روس پر قبضہ کر رکھا ہے اور پھر اپنی سازشوں سے دنیا کے بہت سے دوسرے ممالک پر بھی اپنا تسلط جما رکھا ہے۔

اب تیسری عالمی جنگ قریب ہے جبکہ امریکہ کے پاس ۲۰۰ میگاٹن کی گنجائش کے ایٹم بم موجود ہیں اور پتہ نہیں روس کے پاس کس قدر ہیں۔ اگر ہم عالمی جنگ کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں تو یہ ایٹمی جنگ ہو گی جس میں انسانیت ختم ہو جائے گی۔ یہ ڈرامے کا تیسرا سین ہو گا۔ دنیا بھر کے یہودی اور ان کے ہم مذہب جہاں کہیں بھی ہوں وہ اب پھر امریکہ کو استعمال کرنے پر تلے ہوئے ہیں تاکہ وہ فلسطین کو مستقل بنیاد بنا کر اپنی عالمی حکومت کی تمنا پوری کر سکیں۔ اس بات کو اگر امریکہ میں کوئی نہیں جانتا تو نہ جانے لیکن صدر ولسن' کرنل ہاؤس اور دوسرے اندرونی حالات جاننے والے تو اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔

یہودیوں کے بارے میں حقائق کیا ہیں؟ (میں انہیں تمہاری خاطر یہودی کہہ رہا ہوں کیونکہ وہ اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ میں انہیں یہودی نہیں مانتا بلکہ نام نہاد یہودی کہتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں وہ کیا ہیں) مشرقی یورپ کے یہودی جو پوری دنیا کے یہودی کہلانے والوں کا ۹۲ فیصد ہیں اصل میں خازار (Khazars) ہیں۔ یہ جنگجو قبیلہ کے لوگ ہیں جو وسط ایشیا میں رہتے تھے۔ وہ اس قدر بدامن تھے کہ ایشیائیوں نے انہیں وسطی یورپ کی طرف نکال دیا۔ انہوں نے ۸ لاکھ مربع میل پر مشتمل خازار کی سلطنت قائم کر لی۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب روس کا وجود بھی نہ تھا۔ خازار کی سلطنت یورپ میں سب سے بڑی مملکت تھی۔ ان کے پاس ہر وقت لاکھوں جنگجوؤں کے لشکر تیار رہتے تھے۔ یہ لوگ انسانی آلہ تناسل کی پوجا کرتے تھے جو کہ انتہائی گندی بات ہے۔ لیکن یہ تو ان کا مذہب تھا۔ جیسا کہ دنیا میں دوسرے مشرکین اور غیر مہذب لوگوں کے مذہب تھے۔ خازار بادشاہ اپنی سلطنت کی ذلت سے اس قدر بیزار ہوا کہ اس نے بڑے بھونڈے طریقے سے یہودیت کو چن لیا۔ اور یہی اس کا ریاستی مذہب بن گیا۔ اس نے اس مذہب کی سرپرستی کی اور اس کے عوام یہودی کہلائے۔ اب خیال کیجئے کہ دنیا کے عیسائی ممالک کے لئے یہ کہنا کتنی حماقت کی بات ہے کہ ہماری قوت اور عزت کو خدا کے منتخب لوگوں کی ان کے آبائی وطن کی طرف بحالی میں

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

دہشت گردی کے خلاف جنگ؟

رعنا ہاشم خان

سوشلسٹ بلاک کے خاتمے کے بعد اب امریکہ اور تمام عالمِ کفر اسلام اور اس کی بیداری سے خائف' پریشان اور برہم ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ خفا وہ افغانستان کی طالبان حکومت سے ہیں۔ امریکہ نے طالبان کی "اصلاح" کی کئی کوششیں کر دیکھی ہیں۔ امریکہ کا کہنا ہے کہ چونکہ افغانستان ایک دہشت گرد ملک ہے اور طالبان اس وقت امریکہ کو مطلوب دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد اسامہ بن لادن کے میزبان بنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان کو وہ تمام امریکی خفگیاں سہنے کے لئے تیار رہنا چاہئے جو ایسے ملکوں کا مقدر ہوا کرتی ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کے افغانستان پر وحشیانہ حملے نے تمام دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ ان دونوں طاقتوں نے باقاعدہ دہشت گردی کا لائسنس لے رکھا ہے۔ یہ لائسنس ان ممالک نے اپنی خدمت میں آپ ہی پیش کیا ہے۔ سانحۂ ۱۱ ستمبر کے بعد ماسٹر دہشت گرد امریکہ کا غصہ انتہائی عروج پر ہے اور اب جبکہ امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہو ہی چکا ہے تو کیا واقعی اس عظیم معرکے کے بعد دنیا سے دہشت گردی کا نام و نشان مٹ جائے گا' کیا امریکی کوششیں رنگ لائیں گی اور ہر دہشت گردی کے پیچھے چھپے خفیہ چہرے اور خونی ہاتھ کو دنیا کے سامنے لایا جاسکے گا! یہ جاننے کے لئے ہمیں دہشت گردی کی تعریف اور تاریخ کا جائزہ لینا ہوگا۔ دہشت گردی سے مراد ایسی منصوبہ سازی ہے جسکے تحت پُر تشدد کارروائیوں یا دھمکیوں کا استعمال کر کے متواتر خوف و ہراس پیدا کیا جاسکے اور چونکہ دہشت گردی کا مقصد خوف و ہراس پھیلانا ہوتا ہے اس لئے اس کی لپیٹ میں ٹارگٹ کے ساتھ ساتھ پوری سوسائٹی بھی آتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں دہشت گردی کو ایک نفسیاتی حربے کے طور پر متاثرین کے ساتھ ساتھ ارد گرد کے ماحول اور افراد پر بھی گہرے اثرات مرتب کروانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ عام طور سے دہشت گردی کا مقصد حکومت اور اس کے متعلقہ اداروں اور افراد کی پالیسیوں اور رویّوں میں تبدیلی اور ان پر نظرِ ثانی کا حصول ہوتا ہے۔ دہشت گرد چونکہ کسی اصول اور قانون کے پابند نہیں ہوتے لہٰذا دہشت گردی کرتے وقت فرد' جگہ یا ٹارگٹ بنائی جانے والی چیزوں کی ان کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی نگاہ میں کوئی معصوم یا بے قصور ٹھہرتا ہے۔ دہشت گردی پر مبنی کارروائیاں عام پبلک میں نہ صرف خوف و ہراس پھیلانے کا سبب بنتی ہیں بلکہ گھبراہٹ' بے چینی اور حکومت پر عدم اعتماد کی فضا کو بھی جنم دیتی ہیں۔ نتیجتاً پبلک حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ اس کو تحفظ فراہم کیا جائے یا پھر ان اسباب کو زیرِ غور لایا جائے جو دہشت گردی کا باعث بنے۔ پرانے دور کے برعکس آج کے ماڈرن دہشت گردوں کو طبع آزمائی کے لئے لامتناہی ٹارگٹ دستیاب ہیں۔ وہ اپنا ٹارگٹ چن کر کب' کہاں اور کیسے کا فیصلہ کر کے عمل درآمد کر لیتے ہیں۔ دہشت گرد تین اصولوں پر عمل کرتے ہیں:

اولاً' قصوروار اور بے قصور کی تخصیص کئے بغیر کوئی بھی نشانہ بن سکتا ہے۔

دوئم' حملے اس نوعیت کے کئے جائیں جو قابلِ توجہ اور مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف آئندہ کے لئے خوف و ہراس اور بے چینی کا سبب بلکہ خطرے کی گھنٹی بھی بن سکیں۔ مثلاً پر ہجوم مقامات' ریستورانوں اور اسکولوں میں فائرنگ اور بم پھٹنے کے واقعات!

سوئم' چونکہ دہشت گرد کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عمل اور کارروائی کو زیادہ سے زیادہ شہرت حاصل ہوسکے ورنہ بصورتِ دیگر وہ خوف پھیلانے میں ناکام ہوسکتے ہیں اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اہم تنصیبات' مشہور مقامات اور خاص عمارات کو ٹارگٹ بنایا جائے۔ جتنا مشہور ٹارگٹ ہوگا اتنا ہی دہشت میں اضافہ ہوگا۔

امریکہ میں ہونے والی حالیہ دہشت گردی نے ثابت کر دیا ہے کہ ایک فری اور ڈیموکریٹک سوسائٹی میں نقب لگانا کس قدر آسان ہے۔ امریکہ میں دہشت گردی کی تاریخ خاصی بھرپور ہے جو امریکہ کے اندرونی انتشار اور خلفشار کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ بیسویں صدی میں امریکن مزدور لیڈر Big Bill Haywood (۱۹۲۸-۱۸۶۹ء) نے کھلم کھلا دہشت گردی کے فلسفے کو عام کیا۔ اس امریکن مزدور نے ۱۵ سال کی عمر میں جب مزدوری شروع کی تھی تب ہی سے انڈسٹریل ورکرز آف دی ورلڈ کے نام سے بنائی جانے والی تنظیم کے روحِ رواں کی حیثیت سے اس نے حکومت کی طاقت کو توڑنے کے لئے دہشت گردی پر مبنی کارروائیوں کو ضروری قرار دیا۔ جنگِ عظیم اوّل کے دوران اس کو امریکی حکام کے حکم پر گرفتار کر کے ۲۰ سال کے لئے قید میں ڈال دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد یہ ضمانت پر رہا ہو کر سوویت یونین فرار ہوگیا اور مرتے دم تک وہیں چھپا رہا۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے عرصے میں ویت نام کی جنگ کے دوران بائیں بازو والوں نے دہشت گردی کی راہ اپنائی اور یونیورسٹی کیمپس' سرکاری عمارتوں اور کارپوریٹ آفسوں کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیاں عروج پر رہیں۔ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۵ء تک صنعت اور ٹیکنالوجی کے خلاف ایک گروہ نے بڑا اودھم مچایا۔ اس گروہ کا ایک دہشت گرد Unabomber دہشت کی علامت بن کر لوگوں کے حواسوں پر مسلط ہوگیا تھا۔ یونا بامبر نے چن چن کر یونیورسٹی کے ٹیکنالوجی سے متعلق شعبے کے پروفیسروں' صنعت کاروں اور کمپیوٹر فروخت کرنے والوں کو اذیتیں دے دے کر مارا۔ ۱۹۹۵ء میں Patriot Movement کے ٹموتھی مک وے نے اوکلاہاما میں وفاقی حکومت کی ایک عمارت کو بم سے اڑا کر ۱۶۸ بے گناہوں کے قاتل اور امریکی تاریخ کے سب سے بڑے دہشت گرد کا اعزاز حاصل کیا۔ یہ نوجوان امریکی حکومت اور اس کے جابر اداروں ایف بی آئی اور اے ٹی ایف کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔ اسے ۱۹۹۷ء میں سزائے موت سنائی گئی جس پر اس سال جون میں عمل درآمد کیا گیا۔ ۲۴ سالہ اس نوجوان کی نسوں میں زہر اتارنے سے ایک دن پہلے امریکن ٹیلیویژن نے اس کا براہِ راست انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیا۔ جاتے جاتے وہ امریکہ کی مکروہ پالیسیوں پر ان الفاظ میں ضرب لگا گیا:

> "مجھے افسوس ہے کہ میرے اس اقدام کی وجہ سے ۱۶۸ بے گناہ مارے گئے۔ لیکن کیا امریکہ نے جب عراق کو سرنگوں کرنے کے لئے جنگ لڑی اس میں لاکھوں انسانوں کو اپنی ریاستی فتح کے لئے موت کے گھاٹ نہیں اتارا۔ کیا امریکی سیاست کی وجہ سے افغانستان میں لاکھوں لوگ بھوک اور سردی سے نہیں مرگئے؟ اگر امریکہ کو اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے بے گناہوں کی جان لینے کی اجازت ہے تو ریاست کے دشمنوں کے اعمال کے نتیجے میں اگر کچھ لوگ مارے جائیں تو یہ بھی جنگ کا حصہ ہے"۔

اس کے علاوہ امریکہ میں ایسے بہت سے مسلح ملیشیا یا گروہ ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہر چوک اور گلی پر نشان لگا چکے ہیں کہ کس طرح امریکہ پر قبضہ کیا جائے گا۔ امریکہ نے چند سال پیشتر ایک ایسے گروہ کی بیخ کنی کے لئے پولیس ایکشن کیا تھا جس میں بچوں سمیت بہت سے لوگ مارے گئے تھے۔ امریکی حکومت سے نالاں ایسے ہی گروہ اب امریکہ میں ۱۱ ستمبر جیسے المیوں کو جنم دے رہے ہیں۔ اصل ضرورت ان وجوہات کو ختم کرنے کی ہے جو انتقامی دہشت گردی کا باعث ہیں۔ جب تک انصاف اور غیر جانبداری سے مظلوم کو اس کا حق نہیں مل جاتا امریکہ دنیا سے دہشت گردی ختم کروانے کا سہرا اپنے سر کیسے باندھ سکتا ہے!

’’خاک میں‘ کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں‘‘

رفیق تنظیم جناب عبداللطیف کھوکھر کی وفات پر انجینئر نوید احمد کے جذبات

﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتُ﴾ کی حقیقت قرآن حکیم میں تین بار بیان کی گئی ہے۔ اس حقیقت پر علم الیقین تو پہلے بھی حاصل تھا لیکن جناب عبداللطیف کھوکھر جیسی صحت مند اور متحرک شخصیت کے ناگہانی انتقال سے اس پر عین الیقین کا درجہ حاصل ہو گیا۔ جناب عبداللطیف کھوکھر تنظیم اسلامی کراچی کے انتہائی فعال رفیق اور انجمن خدام القرآن سندھ کے نہایت سرگرم رکن تھے۔ ان کے انتقال سے یہ دونوں ادارے ایک باصلاحیت‘ محنتی اور مخلص کارکن سے محروم ہو گئے ہیں۔ مرحوم کی چند صفات کا تذکرہ اس امید پر کیا جا رہا ہے کہ یہ تمام رفقائے تنظیم اور کارکنان انجمن کے لئے مفید ثابت ہو گا۔

۱۔ مرحوم کا خوگر نظم ہونا مثالی تھا۔ وہ مئی ۱۹۸۶ء میں قافلۂ تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے اور انتہائی ذمہ داری کے ساتھ تقاضا ہائے رفاقت ادا کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نقیب اسرہ‘ مقامی تنظیم کے ناظم بیت المال‘ معتمد‘ امیر اور حلقۂ سندھ و بلوچستان کے قائم مقام امیر کی سطح تک کے مناصب پر کام کیا۔

۲۔ مرحوم پر انجمن اور تنظیم کے باہمی ربط کی اہمیت بڑی گہرائی کے ساتھ واضح تھی۔ اسی لئے انہوں نے انجمن کے مختلف امور میں بھی بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ وہ عرصۂ دراز سے انجمن کی مجلس منتظمہ کے رکن منتخب ہوتے آ رہے تھے۔ مزید برآں انہوں نے انجمن کے سیکرٹری‘ ناظم مکتبہ‘ داخلی محاسب اور انجمن کے ذیلی ادارے قرآن مرکز کورنگی کے ناظم کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔

۳۔ تنظیم میں شمولیت کے مقصد کا انہیں گہرا شعور حاصل تھا۔ تنظیم میں ابھی وہ نووارد ہی تھے کہ کسی مسئلہ پر میری ان سے شدید تلخ کلامی ہو گئی۔ تین روز تک وہ کسی مصروفیت کی وجہ سے ملاقات کے لئے تشریف نہیں لا سکے۔ میرے ضمیر نے خلش محسوس کی کہ میں نے اپنے رویہ سے ایک نئے ساتھی کو تنظیم سے دور کر دیا۔ میں ان سے معذرت کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا ’’نوید صاحب! میں کسی شخصیت کی وجہ سے نہ تنظیم میں آیا ہوں اور نہ ہی چھوڑ کر جاؤں گا۔ میں تنظیم میں اپنے دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے شامل ہوا ہوں اور اسی مقصد کی خاطر زندگی کے آخری سانس تک شامل رہوں گا۔‘‘ بعض رفقائے تنظیم‘ ساتھیوں کے رویوں کی وجہ سے تنظیم سے بددل یا علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ طرز عمل افسوس ناک ہے۔ ہمیں وہ مقصد ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے جس کی وجہ سے ہم تنظیم میں شامل ہوئے ہیں۔

۴۔ اقامت دین کی جدوجہد کی فرضیت کا انہیں بڑی شدت کے ساتھ احساس تھا۔ ایک بار انہوں نے اپنے اخراجات کے حوالے سے بڑا ایثار کرتے ہوئے کچھ پونجی جمع کی تاکہ عمرہ ادا کر سکیں۔ مطلوبہ رقم جمع ہو گئی تو عین اس وقت یہ تقاضا سامنے آیا کہ اس فلیٹ کو خرید لیا جائے جس میں حلقۂ سندھ و بلوچستان کا دفتر ہے۔ انہوں نے جمع شدہ کل رقم ان جذبات کے ساتھ مذکورہ فلیٹ کی خرید کے لئے عطیہ کر دی کہ عمرے کی ادائیگی نفلی عبادت ہے جبکہ اقامت دین کی جدوجہد جیسے فرض کی ادائیگی کے لئے ایک مرکز کی فراہمی‘ اس فرض کے لوازمات میں سے ہے۔

۵۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق ایسے لوگوں پر اللہ کی محبت واجب ہو جاتی ہے جو صرف اللہ کی رضا کی خاطر باہم ایک دوسرے سے محبت کریں‘ ایک دوسرے سے ملیں اور ایک دوسرے پر مال خرچ کریں۔ ساتھیوں پر مال خرچ کرنے اور اکثر و بیشتر ان کے طعام کا انتظام کرنے کے حوالے سے مرحوم انتہائی فراخدل تھے۔

۶۔ مرحوم اختلاف رائے کی صورت میں اپنے موقف کو بڑی جرات مندی کے ساتھ‘ بروقت اور برموقع بیان کرتے تھے۔ اس حوالے سے وہ ایسے ساتھیوں پر شدید برہم ہوتے جو اپنی بے چینی کا اظہار صحیح فورم پر کرنے کے بجائے دیگر رفقاء کے ساتھ کر کے جماعت کے نظم کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔

۷۔ مرحوم نیشنل ریفائنری میں ایک اہم منصب پر فائز تھے اور دیگر افسران کی طرح وہ بھی اپنا معیار زندگی اونچا کر سکتے تھے۔ لیکن ان کی ترجیحات میں خدمت دین کے لئے انفاق کو اولیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بجائے ذاتی جائداد یا املاک میں اضافہ کرنے کے‘ انہوں نے جوانی ہی کے عالم میں حج کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں کیا۔

۸۔ مرحوم اولاد کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے رہے۔ ان کے صاحبزادگان میں سے دو ایسے ہیں جن سے تنظیم اسلامی کراچی کی بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

۹۔ مرحوم کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ وہ خون کے سرطان کے انتہائی مہلک مرض میں مبتلا ہیں تو راضی برضائے رب کی ایسی مثال پیش کی کہ قطعاً اس بیماری کا کوئی اثر نہیں لیا اور اہل خانہ و احباب کو بھی یہی تسلی دیتے رہے کہ جو کچھ ہو گا‘ اللہ کے حکم سے ہو گا اور اس کے ہر فیصلہ میں خیر اور حکمت ہے۔ بیماری ظاہر ہونے کے فوراً بعد راقم کو بعض ضروری معاملات کی وصیت کر دی‘ مثلاً ان کی نماز جنازہ کس مسجد میں ہو گی‘ کون پڑھائے گا‘ تدفین کس قبرستان میں ہو گی۔ مزید یہ کہ ان کی وفات پر قطعاً کوئی بدعات نہ ہوں‘ کسی عزیز کا غیر ضروری انتظار کئے بغیر تدفین کا فوری انتظام کیا جائے۔ اپنے گھر کو چلانے کے لئے بھی انہوں نے بعض اہم ہدایات دیں۔

دعا ہے کہ رب کریم جناب عبداللطیف کھوکھر مرحوم کو ان لوگوں میں شامل فرمائے جن کے لئے اس نے وعدہ فرمایا ہے: یعنی ’’ہم ان کے عمل انتہائی بہترین درجہ کے ساتھ قبول کریں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کریں گے۔‘‘ آمین!

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی لاہور (شرقی) کے رفیق جناب سلمان نور بخاری کے والد اور سید زبیر احمد کے خسر ۲۴ اکتوبر کو طویل علالت کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ

آج جو دنیا میں ہے اس مسلماں کی بات کر (عاصم شیخ)

چھوڑ دے اس داستانِ عظمت رفتہ کو اب
آج جو دنیا میں ہے اس مسلماں کی بات کر
راہزنوں نے جس کو لوٹا آج اس کا ذکر چھوڑ
راہبروں کے ہاتھوں لٹتے کارواں کی بات کر
تذکرہ اس کا نہ کر صیاد نے توڑا جسے
تیرے ہاتھوں جو لٹا اس آشیاں کی بات کر
میرے جذبوں میں ابھی ہے رفعتوں کی جستجو
چھوڑ ذکر خاکبازی آسماں کی بات کر
خواہشِ ساحل نہیں طوفان کا عادی ہوں میں
آبجو کو چھوڑ بحر بیکراں کی بات کر
سینچ کر اپنے لہو سے مدتوں پالا جسے
ہو گیا برباد کیوں اس گلستاں کی بات کر

بقیہ..... خصوصی مضمون

استعمال ہونی چاہئے کیونکہ یہ ان کی ارض موعود ہے۔ لیکن یہ ہواس لئے رہا ہے کہ اخبارات' جرائد' ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کا قبضہ ہے۔ اگر لوگ اس جھوٹ پر یقین کرلیں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ تم سفید کو کالا یقین کرلو گے اگر متعدد بار سنو اور سنتے ہی رہو۔

یہودیوں کے ہاں جھوٹ کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہودی ''کفارے کے دن'' کیا کرتے ہیں؟ یہ دن ان کے نزدیک مقدس ہوتا ہے۔ میں کوئی سنی سنائی بات نہیں کررہا ہوں۔ میں ان ہی کا ایک فرد رہا ہوں۔ اس دن وہ اپنی عبادت گاہ میں داخل ہوکر سب سے پہلے عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور تین مرتبہ عبادت کے یہ الفاظ دہراتے ہوئے خدا سے معاہدہ کرتے ہیں'' جو قسمیں' وعدے' عہد' معاہدے میں اگلے بارہ ماہ کے دوران کروں گا ان کو کالعدم سمجھا جائے۔ اُن کی کوئی حیثیت اور تاثیر نہ مانی جائے''۔ اور تالمود کی تعلیم یہ ہے کہ جب تم کسی سے عہد کرو تو کفارے کے دن کی دعا کو ذہن میں رکھو' اس طرح تم عہد کی پابندی سے مستثنیٰ ہو جاؤ گے۔ اب بتایئے اس صورت حال میں تم ان کی وفاداری پر کتنا بھروسہ کرسکتے ہو۔ تم اُن کی وفاداری پر اتنا ہی اعتماد کرسکتے ہو جتنا جرمنوں نے ۱۹۱۶ء میں ان پر کیا۔ ہم بھی وہی مصیبت اٹھانے جا رہے ہیں جو جرمنی نے جھیلی تھی اور سبب بھی وہی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر **اسرار احمد** مدظلہ کی تالیف

ایجاد و ابداعِ عالم سے عالمی نظامِ خلافت تک

تنزل اور ارتقاء کے مراحل

☆ حیاتِ ارضی کا ارتقاء ☆ تکمیل تخلیق آدم

☆ عطاءِ خلعتِ خلافت ☆ رحم مادر میں تخلیق آدم کے مراحل کا اعادہ

جیسے بہت سے اہم موضوعات پر قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ڈارون تھیوری کے باعث ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے سوالوں کے تسلی بخش جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

قیمت: ۲۴ روپے ☆ عمدہ طباعت ☆ صفحات: ۶۰

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ضرورت رشتہ

عمر ۲۸ سال' تعلیم بی اے' برسرروزگار' رفیق تنظیم کے لئے دینی مزاج کا حامل مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: نائب مدیر ''ندائے خلافت'' فون: 5869501-03

پریس ریلیز

یہ وقت حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا نہیں' بلکہ حکومت پر دباؤ بڑھایا جائے کہ وہ اپنی افغان پالیسی کو تبدیل کرے

طالبان کا پشت پناہ اللہ ہے' ہمیں اپنی فکر کرنی چاہئے

لاہور' ۲۹ ر اکتوبر = تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مولانا شاہ احمد نورانی کے اس بیان کا خیر مقدم کیا ہے کہ یہ وقت حکومت کی تبدیلی کے لئے تحریک چلانے کا نہیں ہے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت پر دباؤ بڑھایا جائے کہ وہ اپنی افغان پالیسی کو تبدیل کرے۔ جنرل مشرف صاحب کو جو اندازے خود تھے یا جو اطمینان امریکہ کی طرف سے دلائے گئے تھے' ان سب کی نفی ہو چکی ہے۔ چنانچہ نہ تو یہ مہم مختصر اور سریع ہے' نہ رمضان المبارک سے قبل ختم ہوگی۔ مزید برآں یہ کہ افغانستان کی سالمیت کی کوئی ضمانت نہیں دی جارہی بلکہ باضابطہ اس کی تقسیم کا منصوبہ بھی زیر غور آچکا ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ مستقبل کی کسی غیر طالبان حکومت کی تشکیل میں (ان شاء اللہ اس کا وقت کبھی نہیں آئے گا) پاکستان کی رائے کو کوئی خصوصی دخل حاصل نہیں ہوگا۔ ان امور کی اساس پر حکومت پاکستان کے لئے پورا اخلاقی جواز موجود ہے کہ جس تعاون کا اس نے وعدہ کیا تھا اس سے معذرت کرلے۔ اور ایک جانب عالم اسلام اور دوسری جانب چین کے ساتھ مشوروں کے ذریعے نیا لائحہ عمل طے کرے۔ دینی جماعتوں کے مظاہروں میں یہ مطالبہ بھی نمایاں طور پر شامل ہونا چاہئے کہ پاکستان میں شریعت کے نفاذ کے ضمن میں جملہ دستوری تصریحات کو غیر موثر بنانے والی دفعات کو دستور سے خارج کرکے نفاذ شریعت اور انسداد سود کے عمل کو تیز کیا جائے۔ اس کے برعکس اگر زیادہ زور جنرل مشرف کی حکومت کو گرانے میں لگا دیا گیا تو جو عدم استحکام اس کے نتیجے میں پیدا ہوگا اس سے ایک جانب امریکہ کے لئے جواز پیدا ہو جائے گا کہ فوری طور پر حملہ کرکے ہماری ایٹمی صلاحیت کو ختم کردے (جس کے ضمن میں غور و خوض واشنگٹن میں شروع بھی ہو چکا ہے) ...... مزید برآں اب جبکہ وہ خود بھی ہمارے ملک کے ہوائی اڈوں پر موجود ہیں' ان کے لئے یہ کام ہرگز مشکل نہ ہوگا اور اس سے بھی آگے بڑھ کر اس بڑی اور منحوس پیشین گوئی کے پورا ہونے کی صورت بھی پیدا ہوسکتی ہے جو امریکہ میں بلند ترین تھنک ٹینک کی جانب سے دی گئی تھی کہ جلد ہی پاکستان کے نام سے کوئی ملک دنیا کے نقشہ پر نہیں رہے گا۔ اللہ اس قسم کی پیشین گوئیاں کرنے والوں کو ذلیل و خوار اور روسیاہ کرے اور حکومت پاکستان کو توفیق دے کہ اب جو صورت حال سامنے آگئی ہے اس کا صحیح ادراک کرکے درست پالیسی اختیار کرے (آمین)

☆ ☆ ☆ ☆

لاہور' ۳۱ ر اکتوبر = امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے اس بیان کو مایوس کن قرار دیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ طالبان میں دراڑیں پڑتی دیکھ رہا ہوں۔ امریکہ کو جنگ مختصر کرنے کا نہیں کہوں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس طرح کی باتیں پاکستان میں دراڑیں ڈالنے کا باعث تو بن سکتی ہیں طالبان میں نہیں' کیونکہ طالبان کا پشت پناہ اللہ ہے اور اللہ نہ چاہے تو امریکہ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا' البتہ ہمیں اپنی فکر کرنی چاہئے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر امریکہ کی پناہ میں آنے کا فیصلہ کیا ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام نظام خلافت کا قیام

بقیہ تجزیہ

کونسل کے نام سے موسوم ہے۔ جس دن سے امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا ہے اس کونسل کی تمام جماعتیں مشرف حکومت اور امریکہ کے خلاف ملک بھر میں مظاہرے کر رہی ہیں۔ یہ مظاہرے پنجاب کے علاوہ باقی تین صوبوں میں بڑے مؤثر اور جاندار ہیں لیکن اس حقیقت سے کس طرح گریز کیا جا سکتا ہے کہ کوئی احتجاج یا تحریک اس وقت تک وقت کی حکومت کو متاثر نہیں کر سکتی جب تک وہ پنجاب میں اپنا زوردار ٹیمپو نہ بنائے۔ ضیاء الحق کے خلاف ایم آر ڈی ایک انتہائی مضبوط اتحاد ہونے کے باوجود صرف اس لئے ناکام رہا کہ پنجاب میں تحریک جڑ نہیں پکڑ سکی۔ مذہبی جماعتیں طالبان کی حمایت اور حکومت کی مخالفت میں اگرچہ اتحاد بنا چکی ہیں لیکن معاملہ یہاں بھی دگرگوں ہے۔ اس اتحاد کا مرکزی سطح پر کوئی نظم نہیں' کوئی واضح لائحہ عمل نہیں۔ افغان دفاع کونسل کے زیر اہتمام جلسے اور مظاہرے بھی ہو رہے ہیں اور اپنی اپنی شخصیت اجاگر کرنے اور سولو فلائٹ کی کوشش بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ مشرف حکومت چونکہ عوام میں بہت غیر مقبول ہو چکی ہے لہٰذا اس کی بدترین الفاظ میں مخالفت انتخابات پر نگاہ رکھ کر ہو رہی ہے یہاں تک کہ طالبان حمایت تحریک کا رخ مشرف ہٹاؤ تحریک کی طرف موڑنے کی شعوری کوشش ہو رہی ہے۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ مسلمان ممالک امریکہ سے خوفزدہ ہیں' پاکستان کا پڑھا لکھا طبقہ اور سیکولر ذہن کے لوگ طالبان کا ساتھ دینا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں اور مذہبی طبقہ خلوص سے طالبان کے لئے عوامی حمایت حاصل کرنے کی بجائے خود کو نمایاں کرنے میں مصروف ہیں ایسے میں کسی بہتری کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم صرف اور صرف اللہ کے دین کے نفاذ کے حوالہ سے طالبان کی مکمل' غیر مشروط اور پرخلوص حمایت کریں اور اس جہاد فی سبیل اللہ میں حسب توفیق حصہ لیں۔

افغان حکمرانوں کا بے مثل جرأت' حوصلہ اور استقامت امریکہ کے مذموم عزائم کی تکمیل میں چٹان کی طرح حائل ہو چکے ہیں۔ امریکیوں کی جنگی کارکردگی پر انگلیاں اٹھ رہی ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اس سے حوصلہ پا کر مشرف حکومت اپنی افغان پالیسی پر نظر ثانی کرنے کا سوچ رہی ہے اور ایک بار پھر کھائی اور کھڈے کے بیچ کھڑی ہے۔ غلط اور اناڑی انداز میں اگر موڑ موڑا گیا تو سو جوتے اور سو پیاز والا معاملہ ان کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ لیکن ان سب خطرات کے باوجود ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ حکومت کو کفر اور باطل کے مقابلے میں اسلام اور حق کا ساتھ دینا چاہئے۔ اگر خلوص کے ساتھ رجوع کیا گیا تو اللہ ضرور مدد کرے گا ان شاء اللہ۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی دہاڑی کے بزرگ رفیق جناب شیخ عبدالحمید طویل علالت کے بعد قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود بحیثیت رفیق تنظیم مرحوم کی دینی خدمات اور انفاق فی سبیل اللہ کی مثالیں قابل قدر ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

to challenge the Taliban power, which has become evident after the opposition's failure to retake the Taliban controlled area even after 20 days of intensive bombing and other support provided by the US and its allies. Their proven effectiveness in maintaining law and order as well as their adherence to the commandments of Islam despite all odds seemed to have won over the Muslim hearts around the world.

The question lurking in the Western mind was: who, if anyone, is willing or able to challenge the Taliban's absolute power? Barring a political miracle, the Taliban were considered destined to retain power for the foreseeable future. Sanctions were imposed to do the miracle of domestic economic disaster. Masood was called in to Paris in a bid to launch an internationally armed and financed destabilization campaign. Efforts were made at fragmentation of the Taliban into competing groups, or some combination of these elements.

Thus the US and its allies were left with two choices: either to come to terms with the political power of Islam, or to wage a full scale war to dislodge the Taliban and with them any expectations of reviving the political power of Islam. The US and its allies considered the events of September 11 as a golden opportunity to go for the second option. However, their counter-terrorism is helping in uniting the Ummah The regeneration of Islam's political power could make no sense without a comprehensive approach to the unity of the Ummah. A divided Ummah, or the Taliban alone, could not regenerate the political power of Islam.

A partial regeneration of political power, based on a geographically limited area, would not have met the minimum requirement of repeating the original model. Any failure to take into account the fact that the Ummah today is global, comprised of more than 1,000 million Muslims, and that the power of secular civilisation to be defeated is also global, would have seriously compromised the validity of the model. The vastly exposed cruelty and cunningness of the US and its allies have, nevertheless, addressed this problem.

Despite having no military force to defend themselves, the Taliban's unflinching determination and uncompromising stance on the matter of principles and justice have the capacity to generate, by force of example, similar Islamic resistance and revolutions in all parts of the world. Islam has no frontiers and Islam in one country makes no sense. The emerging programme of Islamic Revolutions in one Muslim country after another offers the only way forward and the US would regret for paving the way for the rise of Islam to its former glory.

لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیک
حج اور عمرہ کے لیے انتہائی پرکشش اور کم قیمت پیشکش
حسن ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کی جانب سے
حکومت پاکستان کی اوپن حج سکیم کے تحت
18 سے 20 یوم میں حج کا فریضہ ادا کیجئے
صرف -/96,000 روپے میں بمعہ رہائش مکہ و مدینہ
ٹرانسپورٹ' ہوائی ٹکٹ اور قربانی
جبکہ رمضان المبارک میں صرف -/35,680 روپے میں عمرہ کی سعادت حاصل کیجئے
حج کے لئے 5 نومبر
جبکہ عمرہ کے لئے 12 نومبر
سے پہلے رابطہ کریں
گروپ تیار ہیں
چیف ایگزیکٹو : عمر شکیل
حسن ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
19 سنٹرل کمرشل مارکیٹ' ماڈل ٹاؤن
رابطہ برائے
فون: 5832905' 5854728 ای میل: umertax@brain.net.pk

This power has already been generated in all manifestations. A paradigm of political thought is emerging that describes and explains the present political situation. Although, under the influence of remote control colonialism of the West, some of the Muslim thinkers have adopted western political ideas and dressed them up as the political thought of Islam, nevertheless what happened in Afghanistan over the last five years is sufficient to work as an eye opener. The British model of parliamentary government exercised almost universal popularity during the heyday of the British Empire. More recently the US presidential model has been in vogue. Like the present day blind followers of sham democracy, the Muslim political elites of the colonial period were in any case bound to pursue the nationalist/secularist path of their European mentors through political organizations with roots in the European political systems. Thus the political party model of organization came to hold such sway that even those who tried to organize an Islamic challenge to secular orthodoxy ended up forming European-style political parties.

The new realities are opening eyes of the political parties established in the name of Islam. They could never beat the system and now they may not even exist in the new set up like Turkey, Egypt, Algeria and Pakistan. Now everyone in these religious political parties have understood that Muslim political thought and behaviour has trapped in a bog-like patch of history in which the only firm ground under their feet is western in origin. The Taliban in Afghanistan have partially regained the solid political ground of Islam that had slipped out of reach. The regeneration of Islamic political power seemed improbable, if not impossible. With the Taliban's effort to establish an Islamic state, the secular civilization and its major centres of political power took all necessary steps from propaganda to military attacks to ensure that the political power of Islam would not raise its head again.

For Islam this is a grave crisis in the sense that the seemingly perfect demonisation of the Taliban has left the Muslims in a situation where every available option is part of the new global secular civilisation. It is no more a question of choosing a form of government, or choosing between democracy and dictatorship. It is therefore necessary to consider what we need to do as Muslims and how to de-frame the Taliban and remove all the misconceptions that have been associated with the Islamic rule and "political Islam."

Anti-Taliban propaganda:

Within the limited scope of a newspaper article, it is sufficient only to discuss the main issue of anti-Taliban propaganda -- the treatment of women - and conclude how the Taliban have been the victims of western propaganda on other counts as well. All the women rights activists now shrilly lamenting that Afghan women must go veiled were silent when the Soviets slaughtered close to 2 million Afghans - half women --from 1979-1989; silent about 500,000 Afghans maimed by Soviet mines since then; silent about thousands of women raped during the post-war anarchy before Taliban restored internal order.

Who else can better describe the factual situation than the author, who lived with his family (two daughters and wife) both in Afghanistan under the Taliban regime and in Pakistan under the "liberal" rule of Benazir and "moderate" rule of Musharraf. Other than the instructions for women to go veiled in public the rest is pure fabrication. There has been absolutely no beating of women in public and no ban on women education, except the restriction on co-education. Wearing burqa is a tradition and part of our culture. Young school girls even in Peshawar wear burqa and almost 98% of all are veiled in chader if not burqa. One can easily spot buses with painted windows, and bed sheets clad *Tanga* taking young girls to schools and colleges in Pakistan. There are no Taliban in Pakistan forcing them to do so. There are hundreds of thousands of Afghan and Pakistani women around the world wearing burqa and other types of veils; are they doing so because of the Taliban?

There are web sites with sickening mess of lies and fabrications, about the suffering of women in Afghanistan, without any references to dates, places, persons or any other possibility of verification. The "revolutionary" Afghan women protesting in western capitals are from the Khalq and Parcham factions of Afghan Communists. Khalqis had to literally WALK on the QUR'AN to be granted membership (see "Afghanistan Under the Red Flag" by Robert Neumann, American Foreign Policy Institute, 1979). Under Communist rule, the Kabul regime used to put out propaganda similar to what RAWA like organisations feed to the western media today. They cannot "liberate" Afghan women by taking them out of burqa, removing their head covers and putting them into skirts.

The horror stories about Taliban rule have only this much basis in fact: When the Taliban took Kabul, they destroyed the bottles of wine found there and imposed strict restrictions on women's movement in the streets for some time. In the last two years, I personally found women outnumbering men in the streets as well as marketplaces in Kabul. Historically Kabul has been the centre of Afghan Communism. The Taliban were extra-strict with those "revolutionary" women. Apart from wearing burqa in the city streets, they were free to dress however they may liked within the boundary wall of their houses of workplace. My wife personally witnessed and interviewed women in mini-skirts at main hospital in Kabul in August 2001.

A comparison with other occupations of enemy cities in recent history (Berlin by the Russians, Nuremburg by the Americans, Jerusalem by the Zionists, Algiers by the French, Delhi by the British 1857, Khartoum under the Mahdi by the British, Tripoli by the Italians) indicates that the Taliban have been very civilized and well-behaved in their treatment of both men and women. Even the friendly presence of American troops in Saigon turned that city into a vast brothel.

Contrary to reports about girls education in the press, the figures obtained from the education sector in Afghanistan before the American attacks, revealed that girls education in rural Afghanistan were increasing. According to a survey conducted by the Swedish Committee for Afghanistan (SCA), almost 80 per cent of the girls schools located in rural areas under the administration of the Islamic Emirate of Afghanistan were operating in full swing. Ms. Pia Karlsson, education advisor at the Education Technical Support Unit (ETSU) of SCA, said in an interview published by the *Frontier Post*, that only in Ghazni province, where the Islamic Emirate under the leadership of TIMA had control for the last two years, approximately 85 per cent of the girls were still in schools. In Kunduz province alone, 122 schools were operating with 390 female teachers teaching at the schools.

Health facilities for women increased 200% during Taliban administration. Prior to the Taliban Islamic Movement's taking control of Kabul, there were 350 beds in all hospitals in Kabul. In August 2001, there were more than 950 beds for women in exclusive women's hospitals. Some hospitals which have specifically been allocated to women included Rabia Balkhi Hospital, Malali Hospital, Khair Khana Hospital, Indira Gandhi Child Health Hospital, Atta Turk Hospital, Kuwait Red Crescent Hospital, Contagious Disease Hospital and T.B. Hospital. Moreover, there were 32 mother and child health clinics. In addition to this, women received treatment at ICRC and the Sandy Gal Orthopaedic Centers. In all these hospitals and clinics, women worked as doctors and nurses to provide health services to female patients.

Conclusion:

All the above-mentioned factors couldn't be smoke-screened with the propaganda for a long time to come. There was no valid, organized and effective opposition

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan2@psh.paknet.com.pk)

Beginning of The Rise of Islam.

The titanic struggle between two global civilizations, both claiming to be in accordance with the primordial state of nature, intensifies with growing number of infants and babies dying of direct hits and indirect shocks of the heavy bombing in Afghanistan. As more and more food storage facilities, hospitals, homes and mosques are purposely hit by those who claim to have the perfected the art of putting bombs through windows, the facts becomes clearer that the war is only to secure an unchallengeable supremacy of secular civilisation whether that be at the cost of civilians or otherwise. But the more the days go by, the claims of "civilised world" and the myth of its apparent permanence and invincibility evaporate in thin air, and the chances of Islam rising to the position of its former glory increase manifold.

The Taliban and Osama just happen to be nothing more than the prime victims in the war on political power of Islam planned by the western leaders more than two decades ago. They have assumed that the defeat of the political power of Islam would lead to the total disappearance of the Islamic civilization as well. They began to deal with threat of political Islam after the Iranian revolution. The focus however was intensified after 1990. Every wrong was associated with Iran under the label of "exporting terrorism."

After the bombing incidents in Saudi Arabia the media tried to set a stage for terrorist strikes against Iran. Unlike linking Osama to the recent attacks in the US within 15 minutes of the incident, Osama was nowhere in the picture even long after the attacks in Saudi Arabia. All energies were focused on implicating Iran in the affair. The year 1996 began with the Nw York Times blarring Headline "the red menace is gone but here is Islam," on January 21st. Behind the full page headline, eyes of Imam Khomanie were watermarked. To implicate Iran in the Saudi bombing, the same newspaper reported in its front page story on December 1st, 1996: "The Saudis have suggested Iranian and Syrian involvement in a conspiracy behind the June bombing." The *Washington Post* reported on front page through Jeffrey Smith on December 11, 1996 that the US could lead other nations in taking some form of military and diplomatic action early next year if the US agrees with the Saudis that Iran was linked to bombing.

The situation was actually the other way round. The US officials were busy in persuading Saudis to implicate Iran in the anti-US strikes. It was daily Al-Hayat, a Saudi newspaper based in London that reported Iran's ambassador Mohammed Rida Nuri praising Saudi Arabia's objectivity in the investigations on November 21. Four days later, on November 25, 1996, editorial of the *Wall Street Journal*, however, put the whole blame on Iran in its editorial "Iran on trial" just as Afghanistan has to bear the responsibility for what has happened in the US on September 11, 2001.

According to the US mantra up to 1997, since Iran was a pariah state, it was necessary to "weaken it to the extent possible, keeping it off-balance and compounding all its problems." The problem, which the US actually wants to remove, is what it calls "political Islam." The Taliban didn't get enough opportunities and support to establish an Islamic state in the real sense. However, the US got an excellent opportunity on September 11 to realise its dream into reality and destroy whatever little foundation the Taliban could lay during their troubled existence of just five years.

In every quarter there is a talk about the Taliban in the past tense and there are plans and suggestions about the post-Taliban set up. The situation, however, indicates that the final showdown has just begun. And just as the Americans have realised the world would never be the same again. The US might not last long to dictate the rest of the world with its seemingly invincible might. All the shades of moderate and liberal Islam are soon going to disappear. The only two forces to come face to face are: the Islamic civilization and the secular civilization - Mr. Bush's threat, "with us or against us," is not just a coincidence but a pre-ordained fact. In this struggle, the primacy of political power in Islam is central and unquestionable. No matter how much the US and its allies may try to eliminate chances of the establishment of an Islamic state, it would remain intact, not only in Afghanistan but also spread all over the Muslim world.

The State is an integral part of the revealed paradigm of Islam. In simple words, Islam is incomplete without the Islamic State. Political power, which the West is trying to deny to the Muslims all over the world, is an essential component of the Islamic civilization. The quality and quantity of political power exert a great influence on the Islamic civilization. During the 1,300 years from the beginning of the Umaiyyad period to the end of the Uthman Khilafah, the political power of Islam expanded greatly. However, during the same period the moral stature and Islamic legitimacy of political power declined continuously. Eventually the process of moral decline inaugurated by Banu Umaiyyah reached a stage where the political power exercised by Muslim rulers was little different from the political power of non-Muslim rulers. The greatly weakened political power of Muslim rulers was no match for the newly-emergent political power of the secular civilization that had sprung up in Europe. In a short time the political power of the secular civilization had overcome the corrupt Muslim rulers and their States.

Interestingly, we are witnessing a reverse tide of the above-mentioned phenomenon in progress where the strength lost at the top is coming from the grassroots. Civilisations change from below and sometimes the higher echelons of society who are in power seek to suppress the movement - at least they do not represent it anyway; they represent the old traditional balance of power. But history comes from below; it's like trees --the green grows from grass into trees. This is what's happening in the world of Islam. The attack on Islamic Emirate of Afghanistan is the first ever direct military assault on an Islamic state that acquired its political legitimacy as a result of grassroots Islamic movement. This is the beginning of a long sequence in which, irrespective of the Taliban's success or failure, the secular powers in other Muslim states would unravel one by one. The European powers console themselves with the misconception that a handful of secular bulwarks like Musharraf and Mubarak would hold the tidal wave of rising Islam or with the replacement of the Taliban's government, they would overcome the political power of Islam itself; that Islam in its political manifestation would cease to exist for all time to come. The reality is very different. Although the ephemeral victory of the European powers might leave Islam without a State for a moment, the civilization of Islam would not be destroyed. Because Islam is the state of nature, every part of it is capable of regenerating all other parts. It would, therefore, be only a matter of time before the residual Islamic civilization re-generate the political power of Islam.

وہ کہ ہاتھوں میں ہے جن کے دیں کا علَم!

(۱)

دینِ اسلام کے عمرِ ثالث ' سلام!
دینِ اسلام کے اے مجاہد ' سلام!
میزبانِ اسامہ ہو ' تم کو سلام!
تم ہو اسلام کا فخر ' تم کو سلام!

(۲)

دور اسلام اول کا تازہ کیا
ہیبتِ عمرؓ کا اک اشارہ دیا
کفر کے اس اندھیرے میں بن کے شمع
دشمنِ دیں کا منہ تم نے کالا کیا

(۳)

اپنے اصحاب کے دل میں تم نے عمرؔ!
بھر دی ایمان و اسلام کی اک تڑپ
ہم مسلمان ہو کے بھی حیران ہیں
کس طرح تم نے باطل کو رسوا کیا!

(۴)

ساری دنیا تمہاری عداوت میں ہے
کفر کی ساری طاقت شرارت میں ہے
خود مسلماں بھی شر کی حمایت میں ہے
بے شرم ' بے حیا ' خود غرض' بے وفا!

(۵)

ان کو سمجھے خدا' خون اپنا کیا
اپنے بھائی کی عزت کا سودا کیا
دھوکا دنیا نے مسلم کو ایسا دیا
دام میں گویا صیاد خود آ گیا

(۶)

دجل کے داؤ نے ان پہ جادو کیا
ہاں وہ جادو' جو دجال کے پاس ہے
آگ اک ہاتھ میں' پانی دوجے میں ہے
دام میں کر لیا قید' بن کے خدا

(۷)

پر نبیؐ نے ہمارے یہ فرما دیا
آگ پانی ہے' پانی ہے جو آگ ہے
کود جا آگ میں شیریں پانی ہے یہ
مت لے پانی کہ وہ اصل میں آگ ہے

(۸)

دوسرے مسلموں کا کریں ذکر کیا!
خود ہمارے مشرف نے جو کچھ کیا
یہ مشرف ' مشرف بہ الحاد ہے
دجل کو جس نے ہم پہ مسلط کیا

(۹)

پانی لے کے یہ سمجھے کہ "حکمت" ہے یہ
پر نبیؐ کے مطابق تو "ذلت" ہے یہ
لے کے معصوم بچوں کا خوں اپنے سر
خود خدا کے غضب کو مسلط کیا

(۱۰)

وہ غضب جو کہ بھارت کی صورت میں ہے
جو غضب صورتِ قوم مغضوب ہے
جانی دشمن ہیں دونوں ہی اسلام کے
حق تعالیٰ نے قرآں میں فرما دیا---!!

(۱۱)

بنتِ اسرار یہ کر رہی ہے دعا
اے خدا ' اے اسامہ عمر کے خدا!
طالباں کے قدم اس طرح تو جما
کر دے احزاب و بدر و احد کا سماں

(۱۲)

کر دے بیڑا غرق دشمنِ دین کا
جو ہیں ظاہر میں باطن میں سب ایک جا
اور ایماں کی طاقت کر ان کو عطا
جو خراسان کے ہیں مجاہد ' خدا!!

(۱۳)

وہ جو تنہا ہیں بے سر و ساماں ہیں
تجھ پہ اسلام پہ سب وہ قرباں ہیں
کر مدد ان کی تائید غیبی سے ' وہ
خواہ ابابیل ہوں یا کہ آندھی ہوا!

(۱۴)

وہ کہ ہاتھوں میں ہے جن کے دیں کا علَم
جاں ہتھیلی پہ ہے' سر پہ باندھے کفن
طالبانِ امن ' دین کی شمع کو
دے رہے ہیں وہ اپنے لہو سے جلا

(۱۵)

ان کے بچوں کو' بوڑھوں ' خواتین کو
ان کے زخموں بھرے جسم اور جان کو
مرد کہسار کو' مرد فولاد کو
کر عطا ان کو امن و سکوں' اے خدا

☆

اے خدا ہم کو وہ نورِ ایمان دے　　اے خدا ہم کو بھی ایسا ایقان دے
جس سے دیکھیں خدا اور خدا کی رضا　　دُنیا اخرٰی کی ذلت سے ہم کو بچا
ہو یونہی اے خدا' ہو یونہی اے خدا

(بیگم ڈاکٹر عبدالخالق)

جنابِ پرویز مشرف!

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ اپنی افغان پالیسی پر نظرثانی کریں؟

۱۶ ؍ستمبر کی سہ پہر کو جو کچھ میں نے پرائم منسٹر ہاؤس میں منعقدہ ایک اجتماعی ملاقات میں آپ کے روبرو عرض کیا تھا—— وہ یقیناً آپ کو یاد ہوگا اور اب جو حالات سامنے آئے ہیں ان کے پیش نظر یقیناً آپ کو میری وہ باتیں صحیح بھی معلوم ہو رہی ہوں گی!

آج میں پھر نبی اکرم ﷺ کے اس مبارک فرمان پر عمل کرتے ہوئے آپ سے بذریعہ اشتہار ہذا مخاطب ہوں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ''دین تو بس خیر خواہی کا نام ہے!'' اس پر جب سوال کیا گیا کہ: ''کس کی خیر خواہی؟'' تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی' اس کی کتاب کی' اس کے رسولؐ کی' اور مسلمانوں کے حاکموں اور عوام کی!''—— تو چونکہ آپ خواہ کچھ بھی ہوں بہر حال اس وقت ملت اسلامیہ پاکستان کی زمامِ کار آپ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا آپ کی خیر خواہی عامۃ المسلمین کی خیر خواہی سے بھی مقدم ہے!

جناب صدر! افغانستان پر پاکستان کے تعاون کے ساتھ امریکی اور برطانوی حملے کو اب چوتھا ہفتہ شروع ہو گیا ہے۔ اس عرصے میں جہاں امریکہ کے بہت سے اندازے غلط ثابت ہوئے—— وہاں ہمارے لئے اہم تر بات یہ ہے کہ آپ کی بھی وہ ساری توقعات غلط ثابت ہو چکی ہیں جو آپ نے خود ہی قائم کر لی تھیں یا آپ کو باور کرادی گئی تھیں—— چنانچہ: ❁ صاف نظر آ رہا ہے' اور اعلان بھی کیا جا رہا ہے کہ یہ مہم طویل ہوگی! ❁ یہ اعلان بھی کر دیا گیا ہے کہ بمباری کرسمس تک یعنی پورے رمضان المبارک کے دوران جاری رہے گی! ❁ افغانستان کی سالمیت کی بجائے تقسیم کی بات بھی برملا ہو رہی ہے! ❁ افغانستان میں ''بعد از طالبان حکومت'' (جس کی نوبت ان شاء اللہ کبھی نہیں آئے گی!) کے ضمن میں بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس معاملے میں پاکستان کو کوئی ''ویٹو'' حاصل نہیں ہوگا! ❁ شمالی اتحاد نے اعلان کر دیا ہے کہ اگر جلال آباد ان کے ہاتھوں فتح ہو گیا تو اس کا ہوائی اڈہ بھارت کے حوالے کر دیں گے! ❁ پاکستان کے ضمن میں بھی ''بعد از مشرف'' حالات پر سوچ بچار شروع ہو چکا ہے—— اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو برباد کرنے یا اپنے قبضے میں لے لینے کی باتیں ہی نہیں اس کے لئے مشقیں بھی ہو رہی ہیں! ❁ جہادِ کشمیر کے ضمن میں بھی کولن پاول صاحب نے بھارتی موقف کی تائید کر دی ہے!

تو کیا آپ اب بھی نہیں سوچتے کہ: ؎ ''کیا یہ امریکہ کی خدائی ہے —— بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا!''

اور کیا اب بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ؎ ''وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا —— تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو؟''

واقعہ یہ ہے کہ سورۃ انفال کے ان الفاظ مبارکہ کے مصداق کہ ﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَ كُمُ الْفَتْحُ﴾ (یعنی اگر تم اللہ کا فیصلہ چاہتے تھے تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آ چکا ہے!) یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ کی تائید و نصرت طالبانِ افغانستان کے ساتھ ہے چنانچہ پوری دنیا افغانستان میں اس حقیقت کا نظارہ بچشم سر کر رہی ہے کہ

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف ۔ کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے !

تو جناب صدر! اب بھی وقت ہے' اپنے فیصلہ پر نظرثانی کریں —— اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے —— اس ظالمانہ اور وحشیانہ جنگ میں تعاون سے پسپائی اختیار کر لیں! (جس کے لئے ذاتی طور پر آپ کے لئے امور مندرجہ بالا کی بنا پر کافی اخلاقی جواز بھی پیدا ہو چکا ہے!) اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان میں نفاذ شریعت کے ضمن میں جملہ دستوری تصریحات کو جن چند چور دروازوں نے غیر مؤثر بنایا ہوا ہے ان دفعات کو ختم کر کے نفاذ شریعت کے عمل کے پر امن اور تدریجی طور پر آگے بڑھنے کا راستہ کھول دیں۔ اور خاص طور پر سود کے خاتمے کے لئے اقدامات فوری طور پر شروع کر دیں —— تاکہ اللہ کی تائید و نصرت ہمارے بھی شامل حال ہو جائے اور ہماری جملہ مشکلات حل ہو جائیں ——

فقط! —— والسَّلامُ علی من اتَّبعَ الھدیٰ!

افغان باقی کہسار باقی الحکم للہ' الملک للہ! (اقبال)

خاکسار ڈاکٹر اسرار احمد ' امیر تنظیم اسلامی